امارت شرعیہ بہار، اڈیشہ وجھارکھنڈ کا ترجمان

ہفتہ وار

نقیب

پھلواری شریف پٹنہ

مدیر
مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی

معاون
مولانا رضوان احمد ندوی

جلد نمبر 64/74 | مورخہ ۱۵رشعبان المعظم ۱۴۴۵ھ مطابق ۲۶رفروری ۲۰۲۴ء روز سوموار | شمارہ نمبر:09

اس شمارہ میں

- اللہ کی باتیں، رسول اللہ کی باتیں
- دینی مسائل، حکایات اہل دل
- رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی......
- روزہ اصلاح نفس کا بہترین علاج
- مدارس ومساجد کا انہدام اور......
- دینی مدارس مسلمانوں کا پاور ہاؤس
- مسلمانوں کی معاشرتی پستی
- اخبار جہاں، ملی سرگرمیاں، طب وصحت

بین السطور

آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ، امارت شرعیہ کی فکر جمیل کا عکس: صدر بورڈ

مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی

آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کا ماڈل دنیا کے مسلمانوں کیلئے آئیڈیل -- حضرت امیر شریعت مدظلہ

رپورٹ: مولانا رضوان احمد ندوی

ملک کے نامور عالم دین، مایہ ناز فقیہ ومحقق حضرت مولانا خالد سیف اللہ رحمانی کے صدر آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ منتخب ہونے کے بعد پہلی مرتبہ امارت شرعیہ پھلواری شریف پٹنہ تشریف آوری کے موقع پر مفکر ملت امیر شریعت حضرت مولانا سید احمد ولی فیصل رحمانی صاحب سکریٹری بورڈ نے ان کا گلدستوں اور شال پیش کر کے والہانہ استقبال کیا، اس موقع پر صدر بورڈ کے اعزاز میں ایک باوقار استقبالیہ مجلس کانفرنس ہال امارت شرعیہ میں منعقد ہوئی، جس میں شہر پٹنہ اور اس کے مضافاتی علاقوں کے علاوہ بہار، جھارکھنڈ اور اڈیشہ کے ممتاز علماء ودانشوران نے بڑی تعداد میں شرکت کی اور مولانا رحمانی کو صدر بورڈ منتخب ہونے پر اپنی خوشی کے جذبات کا اظہار کیا، استقبالیہ نشست سے خطاب کرتے ہوئے صدر بورڈ حضرت مولانا خالد سیف اللہ رحمانیؔ نے عزت افزائی کا شکریہ ادا کرتے ہوئے کہا کہ بورڈ کا قیام دراصل بانی امارت شرعیہ حضرت مولانا ابوالمحاسن محمد سجاد علیہ الرحمہ کی فکر کا عکس جمیل ہے جس کو ہمارے امیر شریعت رابع حضرت مولانا سید شاہ منت اللہ رحمانی نے عملی جامہ پہنایا، اور اس کے ذریعہ ملک کی تمام ملی جماعتوں اور دینی شخصیات کو دین وشریعت کے تحفظ اور مسلمانوں کے ملی تشخص کی حفاظت اور مشترکہ مسائل کو حل کرنے پر آمادہ کیا، حضرت امیر شریعت رابع نے دو دست وبازو حضرت قاضی مجاہد الاسلام قاسمیؒ اور حضرت مولانا سید نظام الدینؒ کے ساتھ مل کر دیوبند سے ممبئی کنونشن تک شریک کارواں رکھا، اس طرح ابتدا ہی سے بورڈ کا امارت شرعیہ بہار، اڈیشہ وجھارکھنڈ سے چولی دامن کا رشتہ قائم رہا، امارت شرعیہ کے تین قائد امیر شریعت حضرت مولانا سید منت اللہ رحمانی، حضرت مولانا سید نظام الدین اور حضرت مولانا محمد ولی رحمانی رحمہما اللہ یکے بعد دیگرے بورڈ کے جنرل سکریٹری رہے، جبکہ قاضی شریعت حضرت مولانا مجاہد الاسلام قاسمی بورڈ کے تیسرے صدر کے منصب پر فائز رہ کر ملی قیادت کی اور اس منصب پر رہتے ہوئے اپنے رب سے جا ملے، انہوں نے فرمایا کہ امارت شرعیہ ہمیشہ ملی تحریکات کا مرکز رہی ہے، مسلم مجلس مشاورت اور ملی کونسل کا وجود بھی امارت شرعیہ کی مرہون منت ہے، اور یہ اس ادارہ کی عظمت وبلندی کی دلیل ہے، مولانا رحمانی نے بورڈ کے قیام کے اسباب ومحرکات پر تفصیلی روشنی ڈالتے ہوئے فرمایا کہ ملک کے موجودہ حالات میں ہمیں نہایت ہی حکمت وتدبر سے اقدامات کرنے ہوں گے، البتہ چند باتیں ایسی ہیں جن پر ہم سب کو مضبوطی کے ساتھ عمل پیرا ہونا ہوگا، پہلی بات یہ ہے کہ قانون شریعت کو ہم خود اپنے اوپر نافذ کریں، اس کے لئے کسی خارجی قانون یا حکومتی دباؤ کی ضرورت نہیں ہے، معاملات ومعاشرت سے لے کر زندگی کے تمام شعبوں میں اسلامی شریعت کو اپنا رہنما تسلیم کریں، امارت شرعیہ کے ماتحت نظام قضاء چل رہا ہے، اس نظام کو قوت بخشیں، دوسری بات یہ ہے شرعی قوانین کی حکمتوں، نزاکتوں اور مزاج کو سمجھیں اور دوسروں کو سمجھائیں، کیونکہ اسلامی قانون کی بنیاد عدل وانصاف پر مبنی ہے، اور فطرت انسانی کے اصولوں پر قائم ہے، اسلام نے صلاحیتوں اور ذمہ داریوں کی بنیاد پر حقوق متعین کئے ہیں، وراثت کے قوانین انہیں بنیادوں پر ہیں، جنہیں سمجھنے اور دوسروں کو سمجھانے کی ضرورت ہے، تیسری بات یہ ہے کہ مغربی قوانین خواہشات وشہوات پر قائم ہیں، وہاں عقل وخرد بے بس نظر آتے ہیں، لہذا ہم سب قانون شریعت کی روشنی میں اپنی زندگی کو سنواریں، چوتھی بات یہ ہے کہ ملی اتحاد کو ہر حال میں باقی رکھیں، اپنی صفوں میں ہرگز انتشار نہ پیدا کریں، مسلم پرسنل لا بورڈ کو کئی مرتبہ توڑنے کی کوشش کی گئی لیکن بانیان کے خلوص کی وجہ سے وہ کوشش ناکام ہوئی، اس وقت امارت شرعیہ بہار، اڈیشہ وجھارکھنڈ سمیت تمام ملی ومذہبی اداروں کا استحکام انتہائی ضروری ہے، اور آخری بات یہ ہے کہ صرف مخلصانہ جذبوں سے مقاصد اور منزل تک رسائی نہیں ہوگی اس کے لئے فراست وبصیرت بھی چاہئے، اس لئے کسی ناخوشگوار واقعہ کے پیش آجانے سے برانگیختہ نہ ہوں، قیادت کی نظر ان حالات پر رہتی ہے اور ملی قیادت حل کی تدبیریں سوچتی ہے، اس وقت ووٹر آئی کارڈ کا کام چل رہا ہے، ضرورت ہے کہ مستقبل پر نگاہ رکھتے ہوئے آپ سب شناخت کے سارے کاغذات درست کرالیں۔

امیر شریعت حضرت مولانا احمد ولی فیصل رحمانی نے اپنے صدارتی خطاب میں مہمان محترم کا استقبال کرتے ہوئے کہا کہ حضرت مولانا کے صدر بورڈ منتخب ہونے پر ہم سب آپ کو مبارکباد دیتے ہیں اور اللہ سے دعا کرتے ہیں کہ وہ آپ کی اس نازک وقت میں غیبی نصرت فرمائے، صدر بورڈ کو ہم لوگ یقین دلاتے ہیں کہ ہم سب آپ کے دست وبازو بن کر کام کریں گے، انہوں نے فرمایا کہ ہمارے بزرگوں نے بورڈ کا جو ماڈل بنایا وہ پوری دنیا کے مسلمانوں کے لئے ایک آئیڈیل ہے اور آپ اس وقت اس کے صدر ہیں، آپ کی فکر اور اقدامات سے ہمیں رہنمائی ملے گی۔ حضرت امیر شریعت نے فرمایا کہ ۳رمارچ کو امارت شرعیہ نے دوسری ملی تنظیموں کے اشتراک سے ایک اجتماع طلب کرنے کا فیصلہ کیا ہے جس میں ملک کے موجودہ حالات میں کیا کرنا چاہئے اور ووٹر آئی ڈی کارڈ بنوانے کے لئے کیا طریقہ کار اختیار کرنا چاہئے اس پر خصوصیت سے گفتگو ہوگی، حضرت امیر شریعت نے صدر بورڈ سے فرمایا کہ آپ جب بھی بہار آئیں تو امارت شرعیہ ضرور تشریف لائیں، امارت شرعیہ آپ کا ادارہ ہے۔ اس نشست کی افتتاحی گفتگو میں قائم مقام ناظم مولانا محمد شبلی القاسمی نے صدر بورڈ کی آمد پر خوشی کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ بڑی جدوجہد اور قربانیوں کے بعد شخصیتیں بنتی ہیں اور قیادتیں تیار ہوتی ہیں اور حضرت مولانا خالد سیف اللہ رحمانی کی شخصیت انہیں عالم ربانی میں سے ایک ہیں جنہوں نے پوری زندگی قرآن وحدیث اور فقہ اسلامی کی غوطہ زنی میں گذار دی، ملی مسائل اور ان کے حل کی لگاتار کوششیں کیں، الحمدللہ آج وہ ملک کی متحدہ اور باوقار تنظیم مسلم پرسنل لا بورڈ کے صدر ہیں، ہم سب کو مولانا کی زندگی سے کئی سبق ملتے ہیں۔ ہم ان کا دل کی گہرائی سے استقبال کرتے ہیں۔

مولانا محمد انظار عالم قاسمی قاضی شریعت مرکزی دارالقضاء امارت شرعیہ نے کہا کہ کسی بڑی علمی شخصیت کا استقبال سنت نبوی ہے کہ انصار مدینہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مدینہ تشریف آوری پر پرتپاک استقبال کیا، ہم لوگ بھی صدر بورڈ کا اسی نہج سے استقبال کرتے ہیں، مولانا مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی نائب ناظم امارت شرعیہ نے کہا کہ قائدین کو ہم لوگ روح رواں کہتے ہیں، روح اور جسم دونوں ایک دوسرے کے لئے لازم وملزوم ہے، روح کی بقاء جسم سے ہے اور جسم کی روح سے اور اگر دونوں الگ ہو جائیں تو دونوں بے حیثیت ہیں، لہذا قائدین ہمارے لئے روح کی حیثیت رکھتے ہیں اور ان کی قیادت پر اعتماد کرنا جسم کی مانند ہیں، اب نہ کوئی جنید وشبلی آئیں گے اور نہ قاضی مجاہد الاسلام آئیں گے جو ہمارے درمیاں ہیں وہی سب کچھ ہیں، ان پر اعتماد وبھروسہ کر کے اپنی ملی قیادت کو مضبوط بنائیں، مولانا محمد سعید الرحمٰن قاسمی مفتی امارت شرعیہ نے کہا کہ قدرت نے سرزمین بہار کو افراد ساز اور رجال کار بنایا ہے، یہاں ہر دور میں ایسے اکابر پیدا ہوتے رہے ہیں جنہوں نے ملک وملت کی مضبوط قیادت کی ہے، حضرت مولانا خالد سیف اللہ رحمانی صاحب اس کی زندہ مثال ہیں،، مولانا مفتی محمد سہراب ندوی نائب ناظم نے کہا کہ صدر بورڈ امارت شرعیہ اور خانقاہ رحمانی کے تربیت یافتہ ہیں اور ان دونوں اداروں کی یہ سب سے بڑی خوبی رہی ہے کہ یہاں سے ہر دور میں قائدین پیدا ہوتے رہے ہیں، مفتی وصی احمد قاسمی نائب قاضی شریعت نے کہا کہ صدر بورڈ بابصیرت عالم دین اور نکتہ رس فقیہ بھی ہیں اور بے مثال قائد بھی، جناب اعظمی باری صاحب نے کہا کہ ملک کے موجودہ حالات میں پہلے سے زیادہ دور اندیشی اور باریک بینی سے مسائل حل کرنے ہوں گے۔

جناب عبدالوہاب صاحب انصاری اے ڈی ایم نے کہا کہ بے قصور نوجوانوں کی گرفتاری کو روکنے اور قانونی چارہ جوئی کیلئے ہمارے پاس لیگل کمیٹی کی تشکیل ہونی چاہئے، اس کے لے ایک نظام مرتب کرنا چاہیے، جمعیۃ العلماء کے ذمہ دار جناب فیض احمد قادری صاحب نے کہا کہ ہم سب صدر بورڈ کے ساتھ مل جل کر ملی کاز کو قوت بخشیں گے، جناب جاوید اقبال ایڈوکیٹ نے کہا کہ اللہ نے ہم سب لوگوں کو مضبوط قیادت عطا کی ہے، اس وقت قادیانی فتنہ تیزی سے ابھر رہا ہے، یہ فتنہ RSS سے زیادہ خطرناک ہے، اس کو روکنے کی ضرورت ہے، جناب ارشاد اللہ صاحب چیرمین وقف بورڈ نے کہا کہ ہم لوگوں کو آپ کی قیادت پر بھرپور اعتماد ہے، جناب ذاکر بلیغ ایڈوکیٹ نے کہا کہ صدر بورڈ اور امیر شریعت دونوں بزرگوں کی قیادت سے ملت کو فائدہ پہونچ رہا ہے، انہوں نے بورڈ کے اگلے اجلاس کے لئے چمپارن کی پیش کش کی، مولانا خورشید عالم مدنی نے کہا کہ صدر بورڈ کی قیادت اور علمی شخصیت مسلم ہے اور اس وقت بورڈ کا کارواں ان کی قیادت میں رواں دواں ہے، ہم ان کے صدر بورڈ منتخب ہونے پر خوش آمدید کہتے ہیں، جناب امانت حسین صاحب نے بھی اکابر امارت کی خدمات کی ستائش کی، مولانا عظیم الدین رحمانی نے کہا کہ مسلمانوں کی دینی رہنمائی کے لئے قائدین بورڈ کی طرف سے ائمہ مساجد کے لیے خطبات جمعہ فراہم کرائے جائیں، مولانا قمر تسیم قاسمی صاحب نے مسلم بچے اور بچیوں کے ایمان وعقیدے کی حفاظت کرنے پر خاص وجہ دلائی،، اس موقعہ پر مولانا مفتی شکیل احمد قاسمی، جناب نجم الحسن نجمی، جناب مصطفیٰ کامل نے بھی صدر بورڈ کا دل کی گہرائیوں سے استقبال کیا اور تحسینی کلمات ارشاد فرمائے۔ نشست کا آغاز مولانا احمد حسین قاسمی معاون ناظم کی تلاوت کلام اور مولانا مفتی محمد مجیب الرحمٰن قاسمی بھاگلپوری کی شان رسالت میں ہدیہ عقیدت سے ہوا، نشست کی نظامت مولانا محمد شبلی القاسمی نے بڑی خوش اسلوبی سے انجام دی اور اخیر میں صدر بورڈ کی دعاء پر مجلس اختتام پذیر ہوئی۔ اجلاس کو کامیاب بنانے میں مرکزی دفتر امارت شرعیہ کے تمام ذمہ داران وکارکنان نے کلیدی رول ادا کیا۔

Scanned with CamScanner

اللہ کی باتیں ـــــ رسول اللہ کی باتیں

مولانا رضوان احمد ندوی

زندگی کے دو رہنما اصول

’’آپ مسلمان مردوں سے کہدیجئے کہ وہ اپنی آنکھوں کو نیچی رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں، یہ ان کے لئے صاف ستھرا طریقہ ہے، وہ جو کچھ کرتے ہیں، یقیناً اللہ کو ان سب کی خبر ہے‘‘ (سورۂ نور، آیت: ۳۰)

وضاحت: اسلامی تہذیب وتمدن کی ایک بڑی خصوصیت یہ ہے کہ وہ انسانوں کو اعلیٰ اخلاقی اقدار کا حامل انسان بنانا چاہتا ہے، تاکہ وہ بہت سی برائیوں سے محفوظ رہ سکے اور اس کے صالح کردار وعمل سے انسانی معاشرہ صاف ستھرا اور پاکیزہ معاشرہ وجود پذیر ہو، چنانچ اللہ رب العزت نے اس آیت میں آداب زندگی کے دو ایسے رہنما اصولوں کی نشاندہی کی ہے کہ اگر انسان ان دونوں پر کاربند ہوجائے تو اس کی زندگی ایک مثالی زندگی بن جائے گی، مثلاً اللہ نے ایک اصول یہ بیان فرمایا کہ جب مسلمان گھر سے باہر نکلیں تو راستہ میں اپنی نگاہوں کو نیچی رکھیں، بدکردار لوگوں کی طرح ادھر ادھر تاک وجھانک نہ کریں، اس کا دو فائدہ ہوگا، ایک یہ کہ ٹھوکر کھانے سے محفوظ رہیں گے اور دوسرے بدنگاہی سے حفاظت ہوگی، کیونکہ بے حیائی اور بے شرمی کے سارے کاموں کی ابتدا نگاہ سے ہوتی ہے، یہ نفس کا سب سے بڑا چور ہے کہ جب کسی غیر محرم کی نگاہ پڑتی ہے تو دل میں گندے خیالات انگڑائی لینے لگتے ہیں، پھر اس کی چاہت بڑھ جاتی ہے اور انسان گناہ میں مبتلا ہوجاتا ہے، اس لئے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے نظر کو شیطان کے تیروں میں سے ایک تیر قرار دیا، اب اگر کسی نے پہلے ہی مرحلہ میں نگاہ کو پھیرلیا تو برائیوں سے محفوظ رہے گا، ایک حدیث میں فرمایا گیا کہ پہلی نظر معاف ہے، دوسری نظر گناہ ہے۔

قرآن پاک میں دوسری بات یہ کہی گئی کہ اپنی شرمگاہ کی حفاظت کرو، ستر کو چھپا کے رکھو، اس لئے کہ ایک حدیث میں فرمایا گیا کہ کوئی شخص کسی کے سامنے برہنہ نہ ہو، کیونکہ برہنہ ہونا بے حیائی والا عمل ہے اور ناپسندیدہ ہے، چنانچہ مردوں کے لئے ناف اور گھٹنے کے درمیان کا حصہ ستر قرار دیا گیا ہے اس کو نہ کسی کے سامنے کھولو اور نہ کسی دوسرے شخص کو اس حصہ پر نظر ڈالنے کا موقع دو۔

لباس نیم عریاں حسن کو زیبا نہیں دیتا ۔۔۔ ہماری مشرقی تہذیب کی رسوائی ہوتی ہے

عریانی، بے شرمی، دیکھنے والوں کے حیوانی جذبات کو ابھار دیتی ہے، جس کی وجہ سے انسان مذہبی، تمدنی اور اخلاقی قدروں سے دور ہوجاتا ہے، پھر اس کے نتیجہ میں جنسی انارگی جیسے سنگین اور گھناؤنے جرم پر مجبور ہوجاتا ہے، ان برائیوں کے سدباب کے لئے اللہ تعالیٰ نے نگاہوں اور شرمگاہوں کی حفاظت کی تاکید کی، تاکہ معاشرہ میں انسانیت وشرافت کو فروغ حاصل ہو اور برائیوں کے دروازے بند ہوں۔

شوہر کی تعظیم وتکریم بھی عبادت ہے

’’حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب عورت (بیوی) ناراض ہوکر اپنے شوہر کے بستر کو چھوڑ کر رات گذارتی ہے تو جب تک وہ واپس نہ آجائے، فرشتے اس پر لعنت بھیجتے رہتے ہیں‘‘ (بخاری شریف)

مطلب: اللہ تعالیٰ نے مردوں اور عورتوں کی خلقت، مزاج اور طبیعت میں قدرے فرق رکھا ہے، مرد جسمانی اعتبار سے طاقت ور ہوتا ہے، عورتیں کمزور ہوتی ہیں، ان کے اندر قوت برداشت کا بھی فقدان ہوتا ہے، اگر مزاج اور طبیعت کے خلاف کوئی معاملہ پیش آتا ہے تو وہ جلد مشتعل ہوجاتی ہیں، غصہ سے بپھر جاتی ہیں اور انجام سے بے خبر ہوکر انتقامی جذبے ان کے اندر پروان چڑھنے لگتے ہیں، حدیث شریف میں ان کی صنفی کمزوریوں کی طرف بھی اشارہ کیا گیا کہ ان کے اندر دو طرح کے نقائص ہوتے ہیں (۱) نقائص اختیاری اور دوسرے نقائص اضطراری، نقائص اختیاری یہ ہے کہ بسا اوقات وہ غصہ میں آکر شوہر کی ناشکری کرنے لگتی ہیں کہ جب سے اس گھر میں قدم رکھا کبھی آرام وسکون نصیب نہیں ہوا، حالانکہ شوہر کے گھر میں ہمیشہ فارغ البال کی زندگی گذارتی رہی ہے، کبھی خلاف مزاج بات سنی تو شکوہ وشکایت شروع کردیتی ہیں کہ میں نے تجھ سے کبھی بھلائی نہیں دیکھی، جس کے نتیجہ میں شوہر کی اطاعت وفرماں برداری میں کوتاہی کرنے لگتی ہیں، بعض جگہ تو عورتیں مردوں کو ذلیل کرتی ہیں اور بعض وقت دونوں طرف سے یہ برتاؤ ہونے لگتا ہے اور یہ طریقہ صحیح نہیں ہے، شریعت میں شوہر کی تعظیم وتکریم کو بھی عبادت سے تعبیر کیا گیا ہے، ایک حدیث میں صاف آیا ہے کہ اگر میں خدا کے سوا کسی کے لئے سجدہ کو جائز کرتا تو عورتوں کو حکم دیتا کہ وہ اپنے شوہروں کو سجدہ کیا کریں، لیکن سجدہ تو اللہ کے سوا کسی کے لئے جائز نہیں، مگر اس سے یہ بات تو معلوم ہوگئی کہ شوہر کی کس درجہ تعظیم عورت کے ذمہ واجب ہے، اگر دونوں ایک دوسرے کے حقوق کی رعایت رکھیں، مرد عورت کی حق تلفی نہ کرے اور عورتیں مردوں کی تعظیم کریں اور ان کی اطاعت وفرماں برداری کا خیال رکھیں تو ہمارا گھر اور معاشرہ جنت کا نمونہ بن سکتا ہے، عورتوں کے اندر دوسری صنفی نقص اضطراری ہے جس کو حدیث پاک میں ناقصات عقل ودین سے تعبیر کیا گیا، یہ نقص غیر اختیاری ہے اس کو علاج ومعالجہ سے دور نہیں کیا جاسکتا، لیکن اختیاری کی اصلاح ممکن ہے، اول یہ کہ زبان کو قابو میں رکھیں اس سے امراض کے مبانی قلب سے زائل ہوجائیں گے، حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ نے زبان دراز عورتوں کی اصلاح وتربیت پر ایک دلچسپ واقعہ لکھا کہ ایک زبان دراز عورت تھی اس کا شوہر اس کو بہت مارتا تھا، یہ عورت ایک بزرگ کے پاس گئی کہ مجھے ایسا تعویذ دیدیجئے، جس کے اثر سے میرا شوہر مجھے مارا نہ کرے، وہ بزرگ عقلمند تھے، سمجھ گئے کہ یہ زبان درازی کرتی ہوگی، اس لئے پٹتی ہے، آپ نے فرمایا کہ اچھا تم تھوڑا پانی لے آؤ میں اسے پڑھ دوں گا، چنانچہ پڑھ دیا اور فرمایا کہ جب شوہر غصہ ہوا کرے تو اس میں سے ایک چلو منہ میں گھونٹ لے کر بیٹھ جایا کرو، ان شاء اللہ پھر نہیں مارے گا، چنانچہ وہ ایسا ہی کرتی اور منہ میں گھونٹ لے کر بیٹھ جاتی، اب ساری زبان درازی جاتی رہی، بیچاری بولے کیونکر منہ کو تو تالا لگ گیا، اس واقعہ میں بڑی نصیحت ہے، اگر ہماری مائیں، بہنیں اور بیٹیاں غور کریں تو سارے جھگڑے ختم ہوجائیں اور بیوی کا بستر چھوڑ کر جانے کی عادت یہی ختم ہوجائے گی اور وہ فرشتوں کی لعنت سے بھی بچ جائے گی، اصلاح کے بہت سے طریقے ہیں، اخلاق رزائل سے کنارہ کش ہونا بھی ضروری ہے۔

دینی مسائل

مفتی احتکام الحق قاسمی

شکیل بن حنیف اور اس کے متبعین اسلام سے خارج ہیں

س: شکیل بن حنیف جو عثمان پور رتن پورہ، دربھنگہ کا رہنے والا ہے، ۱۹۹۱ء میں اس نے مہدی ہونے کا پھر چند سالوں بعد عیسیٰ ہونے کا دعویٰ کیا یعنی وہ مہدی بھی ہے اور عیسیٰ بھی ہے، ایسے شخص اور اس کے متبعین کے متعلق شریعت کا کیا حکم ہے؟ تفصیلی جواب سے نوازیں۔

ج: علامات قیامت میں تین بڑی علامتیں ہیں جو ترتیب وار پیش آنی ہیں، پہلے حضرت مہدی کی آمد ہوگی، پھر دجال کا خروج ہوگا، پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا آسمان سے نزول ہوگا، حضرت مہدی کی آمد سے پہلے دنیا ظلم کے انتہا کو پہونچ جائے گی، عرب کے حکمراں کا انتقال ہوگا، اس کے جانشین کے تعلق سے اختلاف ہوگا، مدینہ کا ایک شخص جس کا تعلق اہل بیت سے ہوگا جس کا نام حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نام پر محمد اور اس کے والد کا نام حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے والد کے نام پر عبداللہ ہوگا: ”قال عليه الصلوٰة و السلام المهدى من عترتى من ولد فاطمة“ (ابو داؤد: ۴۲۸۴) يواطئ اسمه اسمى و اسم ابيه اسمَ ابى“ (ابو داؤد: ۴۲۸۲) جس کی پیشانی روشن وکشادہ اور ناک کھڑی ہوگی: ”قال عليه الصلوٰة و السلام: المهدى منى اجلىٰ الجبهة أقنى الأنف“ (ابو داؤد: ۴۲۸۵) جس کو اللہ تعالیٰ بس ایک رات میں ہی خلیفہ کا اہل بنادے گا: ”قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: المهدى منا اهل البيت يصلحه الله فى ليلة“ (ابن ماجه: ۴۰۸۵) وہ خلافت کے اختلاف سے بچنے اور لوگ انہیں خلیفہ اور مسلمانوں کا حاکم وسربراہ نہ بنادیں کے خوف سے مدینہ سے نکل کر مکہ چلے جائیں گے، مکہ میں دوران طواف کچھ اہل نظر انہیں پہچان لیں گے، لیکن اس وقت کوئی بات نہ بنے گی، بعد میں ان کے قیام گاہ کا پتہ لگا کر لوگ ان کو قیام گاہ سے منت وسماجت کرکے کعبہ مقدسہ کے پاس لائیں گے اور حجر اسود اور مقام ابراہیم کے درمیان ان کے ہاتھ پر بیعت کریں گے، ان کی بیعت کی خبر پورے عالم میں پھیل جائے گی، شام کا بادشاہ ان سے مقابلہ کے لئے اپنا ایک لشکر بھیجے گا، لیکن یہ لشکر مکہ اور مدینہ کے درمیان مقام بیدا میں زمین میں دھنسا دیا جائے گا، یہ خبر بھی پورے عالم اسلام میں گشت کرجائے گی اس کے بعد شام وعراق کے صلحاء وابدال مکہ کا رخ کریں گے، حضرت مہدی کے ہاتھ پر مقام ابراہیم اور حجر اسود کے درمیان بیعت کریں گے: ”عن ام سلمة زوج النبى صلى الله عليه وسلم قال يكون اختلاف عند موت خليفة فيخرج رجل من اهل المدينة هاربا الى مكة فيأتيه ناس من أهل مكة فيخرجونه وهو كاره فيبايعونه بين الركن و المقام، ويبعث اليه بعث من اهل الشام فيخسف بهم بالبيداء بين مكة و المدينة، فاذا راى الناس ذالک اتاه ابدال الشام وعصائب اهل العراق فيبايعونه بين الركن و المقام الخ“ (ابو داؤد: ۴۲۸۶)

اس کے بعد حضرت مہدی ایک فوج لے کر عیسائیوں کی سرکوبی کے لئے نکل جائیں گے، عیسائیوں کی شکست ہوگی، انہیں کہیں پناہ نہیں ملے گی، اسی درمیان دجال کا خروج ہوگا جو ہر طرف فتنہ وفساد مچاتا ہوا شام کی طرف بڑھے گا، حضرت مہدی اس سے پہلے دمشق پہونچ جائیں گے، یہیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول ہوگا، اسلامی فوج نماز فجر کی صفیں درست کررہی ہوگی، حضرت مہدی نماز پڑھانے کے لئے آگے بڑھ گئے ہوں گے، اقامت کہی جاچکی ہوگی، ابھی نماز شروع کرنے ہی والے ہوں گے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام دو فرشتوں کے شانوں پر ہتھیلیاں رکھے ہوئے مسجد کے مشرقی منارے پر اتریں گے، ان کا رنگ سفید سرخی مائل ہوگا، بدن پر دو زرد رنگ کے کپڑے ہوں گے، ہاتھ میں جنگی حربہ ہوگا، سر سے ایسا محسوس ہوگا جیسے موتی ٹپک رہے ہوں، حضرت مہدی انہیں نماز پڑھانے کی گذارش کریں گے، وہ انکار کریں گے، بالآخر حضرت مہدی ہی نماز پڑھائیں گے، نماز کے بعد مسجد کا دروازہ کھلوایا جائے گا، باہر دجال ہوگا اس کے ساتھ یہودیوں کی بہت بڑی فوج ہوگی، اسلامی فوج کا مقابلہ ہوگا، حضرت عیسی علیہ السلام کی سانس کی ہوا وہاں تک جائے گی، جہاں تک ان کی نظر جائے گی اور یہ ہوا جس یہودی یا کافر کو لگے گی وہ وہیں ڈھیر ہوجائے گا، دجال حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو دیکھ کر بھاگے گا، حضرت عیسیٰ اور حضرت مہدی اسلامی فوج کے ساتھ اس کا تعاقب کریں گے، اسرائیل کے باب لد پر دجال گرفتار ہوگا، حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنے نیزہ سے اس کا کام تمام کریں گے، ایک بھی یہودی نہیں بچے گا، عیسائیت ویہودیت ختم ہوجائے گی، کفر کا نام ونشان مٹ جائے گا، پوری دنیا میں اسلام کا بول بالا ہوگا، مال کی فراوانی ہوگی، ہر طرف امن وسکون کا خوش گوار ماحول ہوگا۔

حضرت مہدی خلیفہ بننے کے بعد سات سے نو سال تک زندہ رہیں گے: ”فيلبث سبع سنين ثم يتوفىٰ ويصلىٰ عليه المسلمون قال بعضهم تسع سنين“ (ابو داؤد: ۴۲۸۶) اور حضرت عیسیٰ السلام نزول کے بعد چالیس سال تک زندہ رہیں گے، حضرت عیسیٰ علیہ السلام شادی بھی کریں گے، وفات کے بعد حجرہ عائشہ میں دفن کئے جائیں گے: ”عن ابى هريرة رضى الله عنه قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم والذى نفسى بيده ليوشكن أن ينزل فيكم ابن مريم حكما عدلا فيكسر الصليب، ويقتل الخنزير، ويضع الحرب ويفيض المال حتى لايقبله احد، حتى تكون السجدة الواحدة خيرا من الدنيا ومافيها ثم يقول ابوهريرة واقرؤا إن شئتم وإنّ من أهل الكتب الاليؤمنن به قبل موته ويوم القيٰمة يكون عليهم شهيدا“ (صحيح بخارى: ۱/۴۹۰، مسلم: ۱/۸۷)

”عن النواس بن سمعان قال ذكر رسول الله صلى الله عليه وسلم الدجال الى ان قال هو كذالک اذ بعث الله المسيح بن مريم فينزل عند المنارة البيضاء شرقى دمشق، بين مهرودتين واضعاً كفيه على أجنحة ملكين، إذا طأطأ رأسه قطر، وإذا رفعه تحدّر منه جُمانٌ كاللؤلؤ، فلايحل لكافر يجد ريح نفسه الا مات، ونفسه ينتهى حيث ينتهى طرفه فيطلبه حتى يدركه بباب لد فيقتله“ (صحيح لمسلم: ۷۳۷۳، باب ذكر الدجال، ۲۹۳۷، بيت الافكار الدولية) (**بقیه صفحه۱۳/پر**)

Scanned with CamScanner

امارت شرعیہ بہار اڑیسہ وجھارکھنڈ کا ترجمان

ہفتہ وار
نقیب
پھلواری شریف پٹنہ

پھلواری شریف

جلد نمبر 64/74 شمارہ نمبر 09 مورخہ ۱۵رشعبان المعظم ۱۴۴۵ھ مطابق ۲۶رفروری ۲۰۲۴ء روز سوموار

یہ بات کہنا چاہیں گے سارے جہاں سے ہم

سماج کو عربی زبان میں معاشرہ اور انگریزی میں Society کہتے ہیں، جس کے معنی ایک دوسرے کے ساتھ مل جل کر رہنے اور ایک ساتھ رہنے کے آتے ہیں، ابن خلدون نے معاشرے کو حیوانی جسم کی طرح اور ارسطو نے انسان کو سماجی جاندار سے تعبیر کیا ہے، علامہ جمال الدین افغانی کا خیال ہے کہ زندگی کی اجتماعی صورت کا ظہور سماج اور معاشرہ ہے اور معاشرہ کی حیثیت ایک جسم کی ہے، رالف لنٹن (Ralif Lenton) کے مطابق طویل عرصہ تک ایک جگہ رہنے والے افراد کا گروہ معاشرہ بن جاتا ہے، ان کے مابین اشتراک عمل ہوتا ہے؛ جس کی وجہ سے وہ سب خود کو ایک جسم کی مانند سمجھتے ہیں۔ انگریز مفکر پروفیسر پیٹرک نے لکھا ہے کہ Civics is A Science Dealing only With Lfie and Prolelems of cites ان تعریفات کی روشنی میں سماج کا دائرہ افراد کے ہر قسم کے تعلقات تمدنی، تہذیبی اور ثقافتی احوال وکوائف اور ان کے اوصاف حمیدہ اور اخلاق رذیلہ کو محیط ہے، اس میں نہ تو شعوری غیر شعوری کی تفریق ہے اور نہ ہی انضباط اور غیر انضباط کی۔ سماج کے ساتھ انصاف کو جوڑیں تو مطلب ہوگا کہ سماج کے ہر طبقے کو ہر سطح پر پھلنے پھولنے اور ترقی کے یکساں مواقع حاصل ہوں، ذات برادری، علاقہ کی تفریق کے بغیر ان کے حقوق کا تحفظ اور نگہداشت کیا جارہا ہو اس لئے اللہ رب العزت نے انصاف پر زور دیا اور فرمایا کہ لوگوں کے درمیان فیصلہ کرو، تو انصاف کے ساتھ کرو، بے شک اللہ انصاف کرنے والوں سے محبت کرتا ہے، یہ بھی ارشاد فرمایا کہ کسی قوم کی دشمنی انصاف کے راستے میں مزاحم نہ ہو، معاملہ چاہے اپنی ذات، اپنے اعزواقربا اور والدین ہی کا کیوں نہ ہو، کسی بھی حال میں انصاف کا دامن نہ چھوڑا جائے، اس معاملہ میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت مبارکہ میں بہت سے واقعات ملتے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابھی نبوت کا اعلان نہیں کیا ہے، کعبہ کی تعمیر چل رہی ہے، بات اس پر آ کر رکتی ہے کہ حجر اسود کو اس کی جگہ پر کون نصب کریگا، ہر قبیلہ کے سردار اس کام پر اپنا حق جتا رہے تھے اور اپنے دعوی پر اٹل تھے، قریب تھا کہ کشت وخوں کا بازار گرم ہوجائے، حرم پاک میں تلواریں نکل آئیں، آقا صلی اللہ علیہ وسلم وہاں تشریف لے گئے، آپ کے اخلاق وکردار کے مکہ کے لوگ قائل تھے اور عرب کے نوجوانوں میں آپ کو سب سے اچھا، امین وصادق سمجھتے تھے، چنانچہ تمام سرداروں نے آپ کو حکم مان لیا، آپ نے فرمایا، ابھی سب لوگ اپنے اپنے گھر چلے جائیں، کل صبح سویرے جو شخص سب سے پہلے حرم شریف میں آئے گا، اس کے فیصلے کو سب مان لیں گے، سب مان گئے، صبح کے وقت سرداران قریش حرم پہونچے تو دیکھا کہ امین صادق محمد صلی اللہ علیہ وسلم پہلے سے وہاں تشریف فرما ہیں، سب نے مسرت کا اظہار کیا آپ نے فیصلہ کیا کہ حجر اسود کو ایک چادر پر رکھا جائے، اور ہر قبیلہ کا سردار اس چادر کو پکڑ کر کعبہ کی دیوار تک لے جائے، وہاں پہنچ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سب کی طرف سے حجر اسود کو دیوار میں نصب کردیا، جھگڑا بھی ٹل گیا، اور سب کے حصے میں حجر اسود کو مقام تک پہونچانے کی سعادت بھی حاصل ہوگئی، ایک اور موقع ہے، اسلام میں حدود وقصاص کے احکام نازل ہوچکے ہیں، فاطمہ نام کی ایک لڑکی ہے چوری کا ارتکاب کرتی ہے، جرم شدید ہے، اسلام میں ہاتھ کاٹنا اس کی سزا ہے، سفارش میں حضرت زید بن حارثہؓ کو لوگ بھیجتے ہیں آپ انہیں بہت چاہتے تھے لوگوں نے سمجھا کہ شاید ان کی بات پر فیصلہ بدلا جاسکے، حضرت زیدؓ نے جیسے ہی ہاتھ کاٹنے کے عوض کچھ رقم لے کر معاملہ ختم کرنے کی بات کہی، آقا صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرۂ مبارک سرخ ہوگیا اور فرمایا؛ تم سے پہلے کے لوگ اسی لئے ہلاک ہوئے کہ کوئی بڑا آدمی چوری کرتا تو وہ اسے چھوڑ دیتے اور کوئی کمزور چوری کرتے تو اس پر سزا جاری کرتا، اللہ کی قسم اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی فاطمہ بھی چوری کرے گی تو اس کا ہاتھ بھی ضرور کاٹوں گا، ان ہدایات کی روشنی میں حضرت علیؓ فرمایا کرتے تھے کہ کفر کے ساتھ حکومت چل سکتی ہے، ظلم کے ساتھ نہیں چل سکتی ہے، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اونچ نیچ، کالے، گورے عربی عجمی کی تفریق ختم کرکے صاف صاف اعلان کیا کہ تمام انسان بنی آدم کی اولاد ہیں، اور آدم مٹی سے بنائے گئے تھے، فرمایا؛ ساری مخلوق اللہ کا کنبہ ہے اور اللہ کا محبوب وہ ہے جو اللہ کے کنبہ کے ساتھ اچھا سلوک کرے۔ جس کا سیدھا مطلب یہ ہے کہ دنیا نے عظمت کے جو خود ساختہ پیمانے بنا رکھے ہیں وہ سماجی انصاف کے پیمانے نہیں ہیں، سماجی انصاف یہ ہے کہ حکومت کی نظر میں سب برابر ہوں، اور نسلی، لسانی اور علاقائی بنیادوں پر تفریق نہ کی جائے، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے غیر مسلم کے بارے میں جو امن وامان سے رہتا ہے اور اسلامی ملک میں مقرر کردہ ٹیکس دیتا ہے، قتل کرنے سے منع کیا اور فرمایا کہ جو کسی ذمی کو قتل کرے گا وہ جنت کی خوشبو نہیں پائیگا؛ حالانکہ جنت کی خوشبو چالیس سال کی مسافت تک پائی جاتی ہے، سماجی انصاف کے تقاضوں کی تکمیل کے لئے آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے قیدیوں کے بند ڈھیلے کرائے، اور ثمامہ بن اثال کو قید سے آزاد کردیا، آپ کا حسن اخلاق دیکھ کر وہ مسلمان ہوگئے؛ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے مزدوروں، غلاموں، پڑوسیوں، معذوروں، بیواؤں، مسکینوں، یتیموں، عورتوں، بچوں، والدین کے حقوق پر انتہائی منصفانہ احکام جاری کئے اور انسانی بنیادوں پر ہر ایک کی ضرورت کی تکمیل اور ان کی اعانت، وخبر گیری کی طرف لوگوں کو متوجہ کیا، حدود وقصاص میں آقا اور غلام کے فرق کو مٹادیا، اور فتنہ فساد کو روکنے کے لئے سخت ہدایات جاری کیں، ان ہدایات کے علاوہ انسانی خیر کو بیدار کرنے اور ظلم وسرکشی سے اجتناب کرنے کے لئے آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی ارشاد فرمایا کہ مظلوموں کی بدعاؤں سے بچو؛ کیوں کہ اس کی آہ سیدھے عرش تک پہنچتی ہے۔

سماجی انصاف کے ساتھ حکومت کرنے کی وجہ سے ہی مملکت اسلامی میں امن وامان کی فضا قائم ہوتی اور دور دراز کے علاقوں میں سفر اطمینان کے ساتھ ہونے لگا؛ آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ایک سوار صنعاء سے حضر موت تک سفر کرے گا اور اسے اللہ کے علاوہ کسی کا ڈر نہیں ہوگا، واقعہ یہ ہے بے امنی کا ایک خاص سبب سماجی انصاف سے روگردانی ہے، بدامنی، احتجاج، مظاہروں کے پیچھے کہیں نہ کہیں محرومی کارفرما ہوتی ہے، محرومی ہی بغاوت کو جنم دیتی ہے، آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے سماجی مساوات اور انصاف کا جو تصور دنیا کو دیا، وہ اپنے آپ میں بے نظیر ہے۔ خلفاء راشدین اور صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے انہیں بے بنیادوں پر سماجی انصاف کے ساتھ حکومت کے کام کو آگے بڑھایا، چنانچہ اسی انصاف کے تقاضے کو ملحوظ رکھتے ہوئے حضرت عمرؓ نے بیت المقدس کے فتح کے بعد جو امان نامہ دیا اس میں لکھا کہ یہ امان نامہ ان کی جان ومال، گرجا، صلیب، تندرست، بیمار اور ان کے تمام مذاہب والوں کے لئے ہے، ان کے گرجاؤں میں نہ سکونت کی جائیگی نہ ڈھائے جائیں گے، نہ اس کو اور نہ اس کے احاطے کو کچھ نقصان پہونچایا جائے گا نہ ان کی صلیبوں اور نہ ان کے مال میں کچھ کمی کی جائے گی، مذہب کے بارے میں ان پر جبر نہیں کیا جائے گا، اور نہ ان میں سے کسی کو نقصان پہونچایا جائے گا، ہر دور میں اس پر عمل کیا جاتا رہا، یہ سماجی انصاف کا ہی تقاضہ تھا کہ امیر المومنین حضرت علیؓ پر مقدمہ چلا، عدالت میں ان کی حاضری ہوئی، اور مقدمہ یہودی کے حق میں فیصل ہوگیا دنیا کے دوسرے مذاہب میں اس کی کوئی نظیر نہیں ملتی، آج کے دور میں اسکی اہمیت و معنویت بعض خارجی وداخلی احوال کی وجہ سے دوچند ہوگئی ہے۔

مثبت سوچ

انسانی زندگی میں اتار چڑھاؤ آتا رہتا ہے، مختلف قسم کے واقعات وحوادثات ذہن ودماغ پر اثر انداز ہوتے ہیں، ایسے موقع سے ذہن میں دو قسم کے خیالات پیدا ہوتے ہیں، ایک اس واقعہ کا منفی پہلو ہوتا ہے اور ذہن عموماً ادھر ہی منتقل ہوتا ہے، اس منفی سوچ اور منفی اثرات سے انسان کے اندر مایوسی پیدا ہوتی ہے، کام کرنے کا جذبہ سرد پڑ جاتا ہے اور اس کا بہت سارا وقت یہ سوچتے ہوئے گذر جاتا ہے کہ ایسا کیوں ہوا؟ یہ معاملہ تو میرے خلاف چلا گیا، اس کی وجہ سے میری پریشانیاں بڑھیں، سوچنے کا دوسرا طریقہ اس واقعہ کا مثبت پہلو ہے، اس پہلو تک ذہن کی رسائی آدمی کو مفلوج نہیں کرتی بلکہ اس کے قوت عمل کو مہمیز کرتی ہے، اور بسا اوقات وہ ایسا کر گذرتا ہے، جس کی توقع عام حالات میں اس سے نہیں لگائی جاتی۔ ابھی حال میں مطالعہ میں ایک صاحب کا واقعہ آیا، وہ سال کے آخری دن پورے سال کی حصولیابیوں کا جائزہ لے رہے تھے، جائزہ کے بعد وہ اس نتیجہ پر پہونچے کہ یہ سال میرے لیے انتہائی بُرا تھا، کیوں کہ انہیں ایک آپریشن کے نتیجے میں کئی ماہ بستر سے لگا رہنا پڑا تھا، ساٹھ سال کی عمر ہوجانے کی وجہ سے وہ اپنی پسندیدہ ملازمت سے سبکدوش ہوچکے، اسی سال ان کے والد اسی (۸۰) سال کی عمر میں راہئ آخرت ہوگیے ایک حادثہ میں بیٹا ایسا معذور ہوا کہ کئی ماہ اسے پلاسٹر کرا کر بستر پر پڑے رہنا پڑا، اس بیماری کی وجہ سے وہ امتحان کی بہتر تیاری نہیں کرسکا، اور فیل ہوگیا، ظاہر ہے اس سے بُرا سال اور کیا ہوسکتا ہے، اس منفی سوچ کے نتیجے میں وہ ذہنی اور دماغی طور پر پریشان رہنے لگے، لیکن جب ان کی رفیقہ حیات نے انہیں واقعات کا جائزہ لیا تو اس کا احساس تھا کہ یہ سال ہر اعتبار سے اچھا رہا، اس لیے کہ برسوں سے پتّے کے درد سے پریشان میرے خاوند کو درد سے نجات مل گئی، انہوں نے صحت وسلامتی کے ساتھ اپنی مدت ملازمت پوری کرلی اب وہ دفتری مصروفیات سے آزاد ہونے کی وجہ سے گھریلو معاملات پر زیادہ توجہ دے رہے ہیں، مکمل یکسوئی کے ساتھ لکھنے پڑھنے میں ان کا وقت لگ رہا ہے، اس کا احساس تھا کہ میرے سسر لمبی عمر پاکر بغیر کسی پر بوجھ بنے اور غیر معمولی تکلیف اٹھائے دنیا سے رخصت ہوئے، میرا بیٹا ایک حادثہ میں بال بال بچ گیا، گاڑی جس طرح تباہ ہوئی اس طرح بیٹا بھی موت کے آغوش میں سوسکتا تھا، اللہ نے بڑا کرم کیا، میرا بیٹا زیادہ معذور نہیں ہوا، بچ گیا، گاڑی تو دوسری بھی آجائے گی، اگر میرا بیٹا مرجاتا تو؟ اس نے اللہ کا شکر ادا کیا کہ اس سال کو اللہ نے میرے لیے رحمت بنا کر بھیجا تھا، آپ نے دیکھا واقعات وہی ہیں؛ لیکن نتائج الگ الگ اخذ کیے جارہے ہیں، ایک منفی انداز میں تجزیہ کر رہا ہے تو اسے پورے سال میں خرابی ہی خرابی نظر آتی ہے، اور دوسرے کی سوچ مثبت ہے تو اس کو خیر ہی خیر پورے سال میں نظر آتا ہے، ظاہر ہے اس سوچ کا اثر اعمال پر بھی پڑتا ہے، منفی سوچ والا شکایتوں کے دفتر لے کر بیٹھ جائے گا اور مثبت سوچ والا کلمۂ شکر سے اپنی زبان کو تازگی بخشے گا، اس لیے واقعات وحالات کا ایجابی اور مثبت اثر لینا چاہیے، زندگی بہتر انداز میں گذارنے کا یہی طریقہ ہے، آپ کے سامنے ایک گلاس ہے، جس میں تھوڑا پانی ہے، آپ اسے آدھا بھرا بھی کہہ سکتے ہیں، اور آدھا خالی بھی، واقعاتی اعتبار سے دونوں صحیح ہے، لیکن اگر آپ اس گلاس کو جس میں پانی ہے، آدھا بھرا کہتے ہیں تو آپ کی سوچ مثبت ہے، اگر آپ اسے آدھا خالی کہتے ہیں تو یہ آپ کی منفی سوچ کی غماز ہے، اُگتے اور ڈوبتے سورج کا منظر یکساں ہوتا ہے، آپ کے سامنے تصویر رکھی گئی، آپ نے کہا کہ یہ اُگتے سورج کی تصویر ہے، تو یہ آپ کی مثبت سوچ کی نشانی ہے، کیوں کہ آپ یہ کہنا چاہتے ہیں کہ رات کی تاریکی دور ہوگئی اور آنے والا دن روشن اور تابناک ہے، لیکن اگر آپ نے اس تصویر میں سورج کو ڈوبتا ہوا سمجھا تو یہ آپ کی منفی سوچ کا مظہر ہے، آپ یہ کہنا چاہتے ہیں کہ سورج ڈوب رہا ہے، روشن دن کا خاتمہ ہوا، آگے تاریک رات ہے، اس سوچ کا اثر آپ کے قوت فکر وعمل پر پڑے گا، تقریر وتحریر پر بھی پڑے گا، اس کی وجہ سے آپ کے کہنے کا اسلوب اور الفاظ بھی بدلے گا، گلزار دبستاں میں ایک کہانی لکھی ہے کہ بادشاہ نے خواب دیکھا کہ اس کے سارے دانت گر گیے ہیں، نجومی نے تعبیر بتائی کہ آپ کے سارے اعزواقرباء آپ کی زندگی میں مرجائیں گے، بادشاہ نے کہا کہ اچھا میرا بیٹا، میری بیوی، میرا بھائی سب مرجائے گا اور میں ان کا جنازہ اٹھانے کے لیے زندہ رہوں گا، بادشاہ نے اس نجومی کو قید کردیا، دوسرے کو بلایا، اس نے مبارک سلامت کہہ کر پہلے تو بادشاہ کے ذہن پر پہلی تعبیر کے اثرات کو دور کیا، پھر کہا کہ حضور اس کی تعبیر یہ ہے کہ پورے خاندان میں اللہ آپ کی عمر سب سے دراز کرے گا، بادشاہ نے خوش ہوکر اسے موتیوں سے تولوادیا، بات وہی ہے، نتیجہ بھی وہی ہے، لیکن ایک موت کی بات کرتا ہے، جسے کم ہی لوگ پسند کرتے ہیں اور ایک زندگی کی اور درازی عمر کی بات کرتا ہے، جس کی خواہش ہر کس وناکس کو ہوتی ہے، تعبیر کا یہ فرق بھی مثبت منفی سوچ کو ظاہر کرتا ہے۔ دفتری معاملات میں کچھ کام آپ سے لے کر دوسروں کو دیدیئے گئے، منفی سوچ والا یہ کہے گا کہ میرے پَر کترے جارہے ہیں اور دفتر میں مجھے بے وزن کیا جارہا ہے، مثبت سوچ والا اس واقعہ سے اس نتیجہ پر پہونچے گا کہ ہمارا دفتری بوجھ ہلکا ہوگیا، اب ہم ان کاموں پر جو میرے ذمے رہ گیے ہیں، زیادہ توجہ اور محنت سے وقت لگا سکتے ہیں، جو ذمہ داریاں دوسروں کے حوالہ کردی گئی ہیں، اس شخص کی اگر سوچ مثبت ہوگی تو وہ اسے آزمائش اور امتحان سمجھ کر اٹھائے گا، اور اس اضافی ذمہ داری کی وجہ سے اس کے اندر آمریت اور حاکمیت کا مزاج نہیں پیدا ہوگا، لیکن اگر سوچ منفی ہے تو اس کے اندر کبر ونخوت، حاکمت اور آمریت کا مزاج پیدا ہوگا جو دیر سویر خود اس کے لیے مہلک ثابت ہوگا، ملکوں کی تاریخ اور سماجی مشاہدات تو یہی بتاتے ہیں۔

Scanned with CamScanner

یادوں کے چراغ — مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی

امیر شریعت خامس: حضرت مولانا عبدالرحمٰنؒ

امیر شریعت خامس حضرت مولانا عبدالرحمٰنؒ (۱۹۹۸۔۱۹۰۳ء) بن منشی بشارت علی کے علم، صلاح وتقویٰ، اہل دل، صاحب بصیرت، صائب الرائے ہونے کا زمانہ قائل رہا ہے۔ ان کی کرامت، دعا کی قبولیت، اصلاح حال وقال کے لیے ان کی جد وجہد، زبان زد خاص وعام ہے۔ وہ امیر شریعت رابع کے مشیر خاص اور مولانا ریاض احمد بست پوری کے معتمد خاص تھے، انھوں نے پوری زندگی درس وتدریس وعظ وتبلیغ، انابت الی اللہ اور بھٹکے ہوئے آہو کو سوئے حرم لے چلنے کے کام میں لگا دیا، اللہ نے ان کی مساعی کو مشکور کیا اور ان کی محنت قبولیت کے مراحل طے کرتی رہی۔

میں اپنی تعلیمی زندگی باہر گزارتا رہا، مولانا کا ذکر سنتا رہا، کبھی امارت شرعیہ کے کسی پروگرام میں شریک ہوتا تو دور سے ہی انھیں دیکھ کر مطمئن ہو جاتا، آپ کی جلالت شان ہم جیسے کم مایہ طالب علم کو مجلس میں باریاب ہونے سے مانع ہوتی، میں ہمت ہی نہیں جٹا پاتا، اس لیے کہنا چاہئے کہ میرے لیے مولانا کی شخصیت دور کا جلوہ تھی، دور کے جلوؤں کی بھی اپنی اہمیت ہوتی ہے؛ لیکن قربت اور مجلس کی حاضر باشی کا کسی طور بھی اسے بدل نہیں قرار دیا جا سکتا۔

زندگی یوں ہی گزر رہی تھی کہ شاہ نواز احمد خاں (جو ان دنوں سکریٹری بہار اسٹیٹ مدرسہ ایجوکیشن بورڈ ہوا کرتے تھے) نے مجھے بہار مدرسہ بورڈ کی تاریخ لکھنے کے لیے مدعو کیا، مواد کی کمی اور تاریخ نویسی کے فن سے اپنی ناواقفیت کے اظہار پر انھوں نے مشورہ دیا کہ کام کا آغاز حضرت مولانا عبدالرحمٰن صاحب کے انٹرویو اور دعا سے کیا جائے، وہ مدرسہ اسلامیہ شمس الہدیٰ کے قدیم ترین طالب علموں میں ہیں اور انھوں نے مدرسہ بورڈ کا پورا دور دیکھا ہے۔ وہ مواد بھی فراہم کریں گے اور دعا بھی۔

طے پایا کہ ۲۸؍دسمبر ۱۹۹۱ء کو سفر ہو، میری مجبوری یہ تھی کہ ایم۔اے۔فارسی کا امتحان چل رہا تھا، اور جو تاریخ شاہ نواز صاحب نے مقرر کی تھی اس کے اگلے دن میرا آخری پیپر تھا، میں نے یہ بات سکریٹری صاحب کو بتا دی، لیکن ان کا اصرار تھا کہ چلنا ہے، ''حکم حاکم مرگ مفاجات'' کے تحت مجھے عازم سفر ہونا پڑا، ڈرائیور سمیت سہ نفری قافلہ حاجی پور ہوتا ہو چھپرا کے لیے روانہ ہوا، لطیفہ یہ کہ شاہ نواز صاحب سوچ رہے تھے کہ میں گودنہ دیکھے ہوا ہوں، میں مطمئن تھا کہ شاہ نواز صاحب راستوں سے واقف ہیں اور واقعہ یہ تھا کہ ہم دونوں پہلی بار گودنا جا رہے تھے، جب گاڑی چھپرہ سے تیس کلومیٹر سیوان کی طرف بڑھ گئی اور رات کے دس بج گئے تو ہم ایک دوسرے کا منہ دیکھنے لگے کہ گودنا کب آئے گا؟ ایک ہوٹل والے سے پوچھا گیا تو اس نے ہمارے ہوش اڑا دیے کہ ہم نشان منزل سے کوسوں دور نکل آئے ہیں، مرتا کیا نہ کرتا، گاڑی گھمائی گئی اور ہم لوگ رات کے ڈیڑھ بجے مدرسہ حمیدیہ میں داخل ہوئے، ظاہر ہے سارے لوگ سو رہے تھے، ایک ماسٹر صاحب نے بستر وغیرہ لگا دیا، کچھ انتظام پیٹ کی آگ بجھانے کا بھی کیا، ہم لوگوں نے کسی کسی طرح رات کاٹی، صبح بعد نماز فجر حضرت امیر شریعت خامس سے ملاقات ہوئی، شاہ نواز صاحب نے تفصیلی انٹرویو لیا، چائے کی چسکیوں کے ساتھ امیر شریعت خامس نے مدرسہ اسلامیہ شمس الہدیٰ، مدرسہ اکزامنیشن بورڈ، بہار اسٹیٹ مدرسہ ایجوکیشن بورڈ، علماء بہار اور مدارس دینیہ کی تاریخ پر گفتگو شروع کی تو دن کے نو بج گئے۔ چلتے وقت بہار مدرسہ بورڈ کی تاریخ کی تکمیل کے لیے دعا فرمائی اور یہ بھی فرمایا کہ ''اس طرح لکھئے گا کہ بہار کی علمی تاریخ سامنے آجائے۔'' رخصت ہوتے ہوتے ساڑھے نو بج گئے، امتحان میرے سر پر سوار تھا، مظفر پور پہنچنا تھا، شاہ نواز صاحب نے تیز گاڑی دوڑوائی، پھر بھی ہم ایک گھنٹہ لیٹ ہو گئے۔ اصولاً امتحان ہال میں داخلہ ناممکن تھا۔ لیکن یہاں شاہ نواز صاحب کی سکریٹری شپ کام آ گئی، انھوں نے میرا جھولا جھٹکر اٹھایا اور سیدھے امتحان ہال میں گھس گئے، گارڈ صاحب نے ان کے اکرام میں مجھے بیٹھنے دیا، پیٹ کی آنتیں قل ہو اللہ پر اتر آئی تھیں، شاہ نواز صاحب نے کھانے کا وافر سامان ٹیبل پر لا کر لگا دیا، عجیب وغریب منظر تھا، میں لکھ بھی رہا تھا، کھا بھی رہا تھا، کتابیں دیکھنے کا موقع بھی نہیں ملا تھا۔ اس سب کے نتیجے میں میں نے دوسری پوزیشن تو حاصل کر لی؛ لیکن ٹوپ ہونے سے دو نمبر پیچھے رہ گیا۔

امتحان سے فراغت کے بعد میں نے حضرت کی ہدایت کے مطابق ''بہار مدرسہ بورڈ: تاریخ وتجزیہ'' کے نام سے کتاب لکھ ڈالی، اور ان کی زندگی میں چھپ بھی گئی، کتاب ان تک پہنچی، دیکھ کر خوش ہوئے اوراق الٹے اور ایک جملہ فرمایا ''مصنف نے قلم کی حفاظت کی ہے'' یہ میرے لیے آج بھی سند ہے، لکھنے بیٹھتا ہوں تو ہر وقت ناموس قلم اور حرمت فن کا احساس ہوتا ہے۔

اس ملاقات کے علاوہ کوئی دوسری ملاقات مجھے یاد نہیں، ایک دن خبر ملی کہ حضرت بیمار ہیں اور ڈاکٹر احمد عبدالحئی صاحب کے کلینک میں داخل ہیں، ملاقات کے لیے گیا، عیادت کی اور دعا کی درخواست بھی۔ ایک ہی روز بعد ۲۹؍ستمبر ۱۹۹۸ء کو معلوم ہوا کہ آپ واصل بحق ہو گئے دوڑا دوڑا پھلواری شریف پہنچا، جنازہ کی نماز میں شریک ہوا، تدفین کے لیے گودنا گیا، لوگوں کا ازدہام ان کی مقبولیت کا راز فاش کر رہا تھا، لوگوں پر غم واندوہ کے اثرات صاف محسوس کیے جا رہے تھے، دوسری نماز جنازہ یہاں ہوئی، میں غم سے ایسا باؤلا اور فرط عقیدت میں اتنا دیوانہ تھا کہ دوبارہ جنازہ کی صف میں لگ گیا، اس وقت کے نائب قاضی اور موجودہ ناظم مولانا انیس الرحمٰن قاسمی نے مجھے یاد دلایا کہ جنازہ کی نماز دوبارہ نہیں پڑھی جاتی، تو میں صف سے نکل گیا اور بعدِ نمازِ عصر علم وعمل کے اس پیکر خاکی کو مدرسہ حمیدیہ سے متصل ایک قطعۂ آراضی میں سپرد خاک کر دیا گیا۔ رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ

کتابوں کی دنیا — ایڈیٹر کے قلم سے

(تبصرہ کے لئے کتابوں کے دو نسخے آنے ضروری ہیں)

اذکارِ ادب

ایم نصر اللہ نصر ساکن باکل تلہ، ہوڑہ، مغربی بنگال (ولادت یکم جنوری ۱۹۵۷) بن گل محمد مرحوم، ایم اے بی ایڈ بی کام ہیں، مطلب یہ کہ خاصے پڑھے لکھے ہیں، ۱۹۷۹ء سے شعر وادب کی دنیا سے وابستہ رہے، مختلف اصناف ادب، مقالہ ومضامین نگاری حمد، نعت، منقبت، غزل، نظم، رباعی، وغیرہ کے ذریعہ اپنی فنی مہارت اور تخیلاتی بصیرت کا ثبوت پیش کر چکے ہیں، ان کی تحقیق وتنقید کے تین مجموعے افہام ادب، انتقاد واستبصار اور بنگال میں اردو نظم نگاری: آغاز تا حال شائع ہو کر مقبول ہو چکی ہیں، تین شعری مجموعے بھی انہوں نے امکان سے آگے، ثنائے رب اور احساس نگر کے نام سے ادبی دنیا کو دیا ہے، اور اب اردو ادب کے عالمی منظر نامہ کے حوالہ سے اذکار ادب لے کر آئے ہیں۔

یہ کتاب چھ ابواب پر مشتمل ہے، پہلا باب ''شہر مکالمہ'' ہے، جس میں انہوں نے ساحر لدھیانوی سے خواب میں مصاحبت کیا ہے اور ان کی زندگی کے مختلف جہات پر سوالات قائم کر کے جواب کی شکل میں ان کی زندگی کی حقیقت، مسائل ومشکلات اور کربنا کی کا منظر نامہ تیار کر کے قاری کے سامنے پیش کیا ہے، ایسے خواب وہی دیکھ سکتا ہے جو تخلیقی ذہن رکھتا ہو، جسے انٹرویو کا سلیقہ بھی آتا ہو، اور اسے پیش کرنے کا طریقہ بھی، اس باب کا دوسرا مضمون منٹو سے مکالمہ ہے، یہ بھی مصاحبت ہے، بعد از مرگ منٹو کے احساسات وخیالات خود ان کی اپنی تحریروں اور خودنوشت کی مدد سے سوال وجواب کی شکل میں تیار کر دیا ہے، خود نصر اللہ نصر نے لکھا ہے کہ ''اس مکالمہ کا مقصد منٹو کی زندگی اور شخصیت وافسانہ نگاری کا ایک مختصر تجزیہ ہے، اس میں تحقیق، تنقید یا تخلیق کی جلوہ گری مقصود نہیں ہے۔ (صفحہ ۲۴)

دوسرا باب سخن زار ہے، یہ اس کتاب کا سب سے طویل باب ہے، اس میں تینتیس (۳۳) شعراء وادباء کے احوال وآثار اور ان کی ادبی اور شعری جہات پر طائرانہ نہیں غائرانہ نظر ڈالی گئی ہے، اس باب میں ولی دکنی، یگانہ چنگیزی، احمد الیاس، علیم صبا نویدی، سید شکیل دسنوی، سہیل اختر، ابرار نغمی، شمیم قاسمی، چندر بھان خیال، بدر محمدی، ڈاکٹر عبدالحق امام، عبدالمتین جامی، غضنفر، سعید رحمانی، خالد رحیم، سوہن راہی، سید نفیس دسنوی، احسان ثاقب، حنیف ترین، ارشد قمر، رئیس الدین رئیس، راہی، تنویر اقبال، عبدالحئی پیام انصاری، اظہر نیر، آصف دسنوی، پیغام آفاقی، عظیم الدین عظیم، الزبتھ کورین مونا، مقصود انور مقصود، عزیز نبیل سبھی کے ابعاد کو نصر اللہ نصر نے ناپ کر رکھ دیا ہے، ادب کی کوئی سرحد نہیں ہوتی اور فنکار کے افکار سرحدوں کو بغیر کسی رکاوٹ کے عبور کر لیتے ہیں، اس لیے اس فہرست میں قطر تک کے شعراء سمائے گیے ہیں اور نصر اللہ نصر نے پوری وسعت ظرفی کے ساتھ ان لوگوں کی علمی ادبی، تحقیقی کاوشوں کا پوری ایمانداری کے ساتھ جائزہ لے کر ہمارے سامنے رکھ دیا ہے، جس کی وجہ سے ان کی تخلیقی صلاحیتوں کا ادراک ہوتا ہے اور ہماری رسائی نئے نئے شعراء وادبا تک ہوئی ہے۔

تیسرا باب جہانِ افسانہ ہے، ان میں آٹھ افسانہ نگاروں کے فن اور ان کی تخلیقات کا جائزہ لیا گیا ہے، اس باب کے مطالعہ سے مناظر عاشق ہرگانوی، ڈاکٹر عبید اللہ چودھری، صادقہ نواب سحر، افشاں ملک، ڈاکٹر شہناز رحمان، فاطمہ جبیں، مجیر احمد آزاد اور سلطان آزاد کی افسانہ نگاری سے ہم متعارف ہوتے ہیں، چند ایک نام کو چھوڑ کر زیادہ تر وہ افسانہ نگار ہیں جن کے فن کی طرف نقادوں نے توجہ نہیں دی ہے اور اس فن میں ان کا مقام ومرتبہ اب تک متعین نہیں کیا جا سکا ہے۔

تیسرے باب کے ختم ہوتے ہی ہم ''ناول نگر'' میں پہونچ جاتے ہیں، اس میں نصر اللہ نصر ہمیں شموئل احمد کی گرداب، حسین الحق کی فرات، ابن صفی کے جاسوسی ناول، خالد جاوید کے نعمت خانہ، ڈاکٹر صادقہ نواب سحر کی ناول نگاری، کہانی کوئی سناؤ متاشا، وکیل نجیب، مقصود الٰہی شیخ کے ناول ان کے فن اور سدا بہار کہانیوں کی سیر کراتے ہیں، یہ ایک جام جہاں نما ہے، جس میں مقصود الٰہی شیخ کی پیشن گوئی، ''شیشہ ٹوٹ جائے گا'' کے باوجود کہانی کے مختلف اور متضاد کرداروں تک ہماری رسائی ہوتی ہے، پوری کتاب موجود نہیں، لیکن ان کے اقتباسات پڑھ کر ہمیں کہیں کہیں جگ بیتی نہیں آپ بیتی کا احساس ہوتا ہے، اس اشارہ کو آپ سمجھ لیں تو اچھا ہے، ورنہ بات نکلے گی تو دور تلک جائے گی، اور دیر تک آپ کو میرے ساتھ چلنا ہوگا۔

پانچواں باب ''چوپال'' ہے، جو تحقیق وتنقید کے لیے مختص ہے، اس باب میں ڈاکٹر کرامت علی کرامت کے شاخسار کے اداریے، خالد محمود کے نثری اسلوب، ڈاکٹر شیخ عقیل احمد ایک صاحب طرز ادیب، ڈاکٹر شکیل اختر کی نگارشات، ڈاکٹر حلیمہ فردوس کی تخلیقی جسارت وتنقیدی بصارت، دربھنگہ کا ادبی منظر نامہ اور ادب کے کوزہ گر ڈاکٹر مناظر عاشق ہرگانوی کی ادبی تحقیقی اور تنقیدی صلاحیتوں کو آپریشن ٹیبل پر رکھ کر یہ ثابت کرنے کی کوشش کی گئی ہے کہ اردو ادب، تحقیق وتنقید کو مالا مال بنانے میں ان حضرات کا کس قدر عمل دخل رہا ہے۔

آخری باب ''کولاژ'' کے نام سے ہے، یہ لفظ ادب میں استعمال ہو رہا ہے، لیکن اب بھی اس کو پڑھ کر اجنبیت کا احساس ہوتا ہے، ہر لفظ کو سمجھنا کیا ضروری ہے، اس میں تین مضامین قاضی مشتاق احمد کی ڈرامہ نگاری، رؤف خوشتر کی طنز ومزاح نگاری اور احسن امام بحیثیت نثار شامل کیے گیے ہیں، میں ٹھہرا مولوی، لکیر کا فقیر، نثار کی جگہ نثر نگار لکھنا پسند کرتا ہوں اور تحاریر کے بجائے تحریر کی جمع ''واونون'' یا ''ے ن'' لگا کر بناتا ہوں، حالاں کہ جب تدبیر کی جمع تدابیر، تقریر کی جمع تقاریر مستعمل ہے تو تحریر کی جمع تحاریر کیوں نہیں؟ سوال معقول ہے، لیکن مستعمل اور غیر مستعمل کا فرق ہر جگہ نظر انداز بھی تو نہیں کیا جا سکتا۔

ان تمام تفصیلات سے آپ نے جان لیا ہوگا کہ یہ کتاب ایم نصر اللہ نصر کے مختلف مضامین ومقالات کا مجموعہ ہے، جسے انتہائی سلیقہ سے مرتب کر کے انہوں نے قاری کی خدمت میں پیش کر دیا ہے، حروف چند کے تحت ایم نصر اللہ نصر نے لکھا ہے کہ ''اس کتاب کے سارے مضامین ایک تاثراتی رجحان کے تحت زیر تحریر آئے ہیں، ان میں نہ کوئی مقصدی تنقید ہے اور نہ معنوی تحقیق، بس اگر ایسا کچھ ہوا ہوگا تو وہ تقاضائے تحریر کے سوا کچھ نہیں۔

اس کتاب کی ایک بڑی خوبی یہ بھی نظر آئی کہ کتاب کی تعریف وتوصیف کے لیے مقدمہ، پیش لفظ، پیش گفتار، تاثرات وغیرہ جیسی تحریروں سے گریز کیا گیا ہے، اس کا مطلب ہے کہ مصنف کو اپنی تحریر وتصنیف پر پورا بھروسہ ہے اور وہ کسی دوسرے کے قلم سے اپنی دوکان چمکانے سے گریز کرنا چاہتا ہے۔ چار سو اسی (۴۸۰) صفحات پر مشتمل اس ضخیم کتاب کی قیمت چار سو روپے اور انتساب نواسے نواسیوں کے نام ہے۔ ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس سے چھپی یہ کتاب خوبصورت اور دیدہ زیب ہے، کاغذ بھی وزن کے اعتبار سے ہلکا لیکن اچھا ہے، ہارڈ بائنڈنگ پر کور بھی خوب ہے، سرورق پر ڈیزائن تجریدی آرٹ کا نمونہ ہے اور اس کو سمجھنے کے معاملہ میں، میں بڑا بدذوق واقع ہوا ہوں، جملہ حقوق بحق مصنف محفوظ ہیں اور ملنے کا پتہ مذکور نہیں ہے، خریدنے کے لیے ہم آپ کو کہاں بھیجیں، مصنف کے گھر شالیمار اپارٹمنٹ اے/۳ ستیین بوس روڈ، دانش شیخ لین، باکل تلہ ہوڑہ ۱۱۱۰۹ے مغربی بنگال چلے جایئے، اتنے لمبے سفر کے بعد مفت ملنے کے امکان سے بھی انکار نہیں کیا جا سکتا۔

Scanned with CamScanner

حکایات اہل دل

✍ : مولانا رضوان احمد ندوی

ماں کے ساتھ حسن سلوک کیجئے : حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک صحابی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آکر پوچھا کہ یارسول اللہؐ! ساری دنیا کے انسانوں میں سب سے زیادہ میرے حسن سلوک کا مستحق کون ہے؟ کس کے ساتھ میں سب سے زیادہ اچھا سلوک کروں؟ آپ نے فرمایا: تمہاری ماں یعنی سارے انسانوں میں سب سے زیادہ تمہارے حسن سلوک کی مستحق تمہاری ماں ہے، صحابی نے پھر سوال کیا کہ اس کے بعد کون ہے؟ آپ نے دوبارہ جواب دیا، تمہاری ماں، صحابی نے پھر سوال کیا کہ اس کے بعد کون ہے؟ آپ نے پھر جواب دیا، تمہاری ماں، انہوں نے پھر سوال کیا کہ اس کے بعد کون ہے؟ چوتھے نمبر پر فرمایا: تمہارا باپ۔

تین مرتبہ ماں کا نام لیا، آخر میں چوتھے نمبر پر باپ کا نام لیا، اس واسطے علماء کرام نے اس حدیث سے استنباط کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ ماں کا حق حسن صحبت میں باپ سے بھی زیادہ ہے، ماں کے تین حق ہیں اور باپ کا ایک حق ہے، اس لئے کہ بچے کی پرورش کے لئے ماں جتنی مشقتیں جھیلتی ہے، باپ اس کا چوتھائی بھی نہیں جھیلتا، اس لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تین حصے ماں کے بیان فرمائے اور ایک حصہ باپ کا بیان فرمایا۔

اسی لئے بزرگوں نے فرمایا کہ اگر کوئی ہدیہ یا تحفہ دینا ہو تو ماں کو زیادہ دینا چاہئے، بزرگوں نے یہ بھی فرمایا کہ دو چیزیں علیحدہ ہیں، ایک ہے "تعظیم" اس میں تو باپ کا حق ماں پر مقدم ہے اور دوسری چیز ہے "حسن سلوک" اور "خدمت" اس میں ماں کا حق باپ پر مقدم ہے، "تعظیم" کا مطلب یہ ہے کہ دل میں اس کی عظمت زیادہ ہو، اس کی طرف پاؤں پھیلا کر نہ بیٹھے، اس کے سرہانے نہ بیٹھے یہ جو تعظیم کے آداب ہیں اس میں باپ کا حق مقدم ہے، لیکن جہاں تک ماں کا تعلق ہے، اس میں ماں کا حق مقدم ہے اور باپ کے مقابلے میں تین چوتھائی زیادہ ہے۔

اللہ تعالیٰ نے قدرتی طور پر ماں کے اندر یہ بات رکھی ہے کہ ماں کے ساتھ اولاد کی بے تکلفی زیادہ ہوتی ہے، بہت سی باتیں بیٹا کھل کر باپ سے نہیں کہہ سکتا، لیکن ماں کے سامنے وہ کہہ دیتا ہے تو شریعت نے اس کا بھی لحاظ رکھا ہے، چنانچہ حافظ ابن حجرؒ نے فتح الباری میں بزرگوں کا بیان کیا ہوا یہ اصول لکھا ہے کہ اولاد باپ کی تعظیم زیادہ کرے اور ماں کی خدمت زیادہ کرے، اس اصول کے ذریعہ احادیث کے درمیان بھی تطبیق ہوجاتی ہے۔ (خطبات، ج:۴)

قصر شاہی میں صحابیؓ کی استقامت وبیباکی: صحابہ کرام نے جب فارس پر حملہ کیا تو ایک ایسے شہر کا محاصرہ کیا جس میں بادشاہ کا تخت بھی تھا، محاصرہ کئے ہوئے مسلمانوں کو کافی دن گذر گئے، بادشاہ نے اپنے ہمنواؤں سے مشورہ کیا کہ ان لوگوں سے کیسے چھٹکارا حاصل کیا جائے، یہ تو جدھر بھی قدم اٹھاتے ہیں کامیاب ہوجاتے ہیں، اگر یہ ہم پر مسلط ہو گئے تو ہم کیا کریں گے، لوگوں نے مشورہ دیا کہ بادشاہ سلامت! آپ ان کو بلا کر اپنا دبدبہ اور جاہ وجلال دکھائیں، یہ بھوکے ننگے لوگ ہیں، ہمارے مال و دولت سے ڈر جائیں گے، اس نے کہا، بہت اچھا، چنانچہ اس نے پیغام بھجوا دیا کہ صلح کے لئے کوئی بندہ بھیجو، جو مذاکرات کرے، صحابہ کرام نے ایک صحابی کو اس طرف روانہ کیا۔

یہ ایسے صحابی تھے جن کا کرتہ پھٹا ہوا تھا اور ببول کے کانٹوں سے سلا ہوا تھا، ان کے بیٹھنے کے لئے گھوڑے پر زین نہیں تھی، بلکہ ننگی پیٹھ پر بیٹھ کر آئے اور ہاتھ میں صرف نیزہ تھا۔ وہاں جا کر بادشاہ کے تخت پر بیٹھ گئے، بادشاہ کو بڑا غصہ آیا کہنے لگا، تمہیں کوئی لحاظ نہیں کہ تم کس کے پاس آئے ہو، نہ کوئی آداب کا خیال ہے، نہ طریقہ نہ سلیقہ، فرمایا کہ ہمارے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں بادشاہوں کے دربار میں اسی شان سے آنے کا طریقہ سکھایا ہے، یہ سن کر اسے بڑا غصہ آیا، کہنے لگا تم کیا چاہتے ہو؟ فرمایا: **اَسْلِم تَسْلَمْ** ۔اسلام قبول کرلو سلامتی پاجاؤ گے، کہنے لگا۔ نہیں قبول کرتا، فرمایا کہ اگر نہیں قبول کرتا تو پھر حکومت ہماری ہوگی اور تمہیں رہنے کی پوری آزادی ہوگی، اس نے کہا یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ ہم اپنی حکومت ایسے بھوکے ننگے غریب لوگوں کے حوالے کردیں؟ صحابی فرمانے لگے۔ اچھا یاد رکھنا کہ اگر یہ بات نہ مانی تو ہم تمہارے ساتھ جنگ کریں گے، تلوار ہمارا اور تمہارا فیصلہ کرے گی۔

بھرے دربار میں تلواروں کے سایہ میں بادشاہ کو اس طرح بے خوف ہو کر ایک بات کہہ دی، درباریوں کے سامنے یہ بات سن کر بادشاہ کا پسینہ چھوٹ گیا، اس کی بڑی سبکی ہوئی، کہنے لگا، اچھا تمہاری تو یہ زنگ بھری تلواریں ہیں، تم ان کے ساتھ ہمارا کیا مقابلہ کروگے، آپ تڑپ کر بولے، اے بادشاہ! تم نے ہماری زنگ بھری تلواروں کو تو دیکھا ہے، لیکن تلواروں کے پیچھے والے ہاتھوں کو نہیں دیکھا، تمہیں پتہ چل جائے گا کہ کن ہاتھوں میں یہ تلواریں ہیں۔ انہوں نے اللہ اکبر کا نعرہ لگایا، اللہ رب العزت نے ان کو کامیابی سے ہمکنار کردیا، جی ہاں، جو غیر اللہ سے نہیں ڈرتے اللہ تعالیٰ ان کی گفتار میں یوں تاثیر پیدا فرمادیتے ہیں (خطبات ذوالفقار:۳؍۶۹)

لگاتا تھا جب نعرہ تو خیبر توڑ دیتا تھا
حکم دیتا تھا دریا کو تو رستہ چھوڑ دیتا تھا

حضرت جرجانیؒ کا وقت کی حفاظت: ایک دفعہ خواجہ سری سقطیؒ نے حضرت جریانیؒ کو ستو پھانکتے ہوئے دیکھا، انہوں نے پوچھا، اکیلے ستو پھانک رہے رہیں، روٹی ہی پکا لیتے، انہوں نے کہا کہ میں نے روٹی چبانے اور ستو پھانکنے کا حساب لگایا ہے روٹی چبانے میں اتنا وقت زیادہ خرچ ہوتا ہے کہ آدمی ستر مرتبہ سبحان اللہ کہہ سکتا ہے، اس لئے میں گذشتہ چالیس برس سے روٹی کھانا چھوڑ دی ہے اور فقط ستو پھانک کر گزارہ کرتا ہوں گویا سلف وصالحین اپنی ضروریات کے وقت کو بھی کم کرکے عبادات میں لگایا کرتے تھے۔ (خطبات ذوالفقات:۱۱؍۱۴۷)

بشر جافیؒ کو ادب سے کیا مقام ملا: بشر جافیؒ کا مشہور واقعہ ہے "جافی" کہتے ہیں ننگے پاؤں چلنے والا "پولیس مین تھے" جارہے تھے، ایک کاغذ پر اللہ کا نام دیکھا دل میں خیال آیا اللہ کا نام کاغذ پر لکھا زمین پر پڑا ہے؟ تو اسی وقت اللہ کا نام اٹھایا اور اونچی جگہ پر رکھ دیا اسی وقت اللہ نے الہام فرمایا: اے میرے پیارے تونے میرے نام کو اپنے پاؤں سے اٹھا کے سر تک پہونچایا، میں تمہارے نام کو فرش سے اٹھا کر عرش تک پہونچاؤں گا، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان کو فقط اپنے نام کے ادب کی وجہ سے اپنی محبت عطا فرمادی، جب محبوب سے محبت ہوتی ہے تو اس کا نام بھی پیارا لگتا ہے اور اس کا کام بھی پیارا لگتا ہے، اس کی یاد میں بیٹھنے کو دل کرتا ہے یہ سب چیزیں اس کی محبت کے اثرات ہیں "ان المحب لما یحب مطیع" محبوب کی ملاقات سے دل نہیں بھرتا چاہے جتنی مرتبہ ہو۔ (تمنائے دل، ص:۴۸)

والدین کی خدمت پر غیبی نصرت: حضرت تھانویؒ نے برکت کا ایک عجیب واقعہ لکھا ہے کہ ایک نوجوان تھا اس نے اپنے والدین کی بڑی خدمت کی بھائیوں سے کہا کہ جائیداد کا حصہ میں آپ کے سپرد کرتا ہوں، والدین کی خدمت آپ میرے سپرد کردیں سودا کرلیا، چنانچہ اس نے ماں باپ کی خوب خدمت کی، ماں باپ فوت ہو گئے، اس نے خواب میں دیکھا کہ کوئی اس سے کہتا ہے کہ فلاں پتھر کے نیچے دینار ملیں گے، کیونکہ تو نے ماں باپ کی بڑی خدمت کی ہے، پوچھا اس میں برکت ہوگی؟ کہا برکت نہیں ہوگی، نوجوان نے کہا میں نہیں لوں گا، صبح اٹھا، بیوی کو بتایا، بیوی نے کہا بے شک نہ لینا لیکن جا کے دیکھو تو سہی پڑے بھی ہوئے ہیں یا نہیں، اس نے کہا جب لینے نہیں تو میں جا کر دیکھتا بھی نہیں، دوسری رات پھر خواب آیا کہ دس دینار فلاں پتھر کے نیچے پڑے ہیں ابھی موقعہ ہے لے لو تمہاری خدمت کے بدلے مل رہے ہیں، پوچھا برکت ہوگی؟ کہا کہ برکت تو نہیں ہوگی، نوجوان کہنے لگا مجھے نہیں چاہئے، تیسری رات پھر خواب آیا کہ فلاں پتھر کے نیچے ایک دینار پڑا ہے اب جا کر لے لو، اب موقعہ ہے، پوچھا برکت ہوگی؟ کہا ہاں برکت ہوگی، وہ صبح اٹھا اس پتھر کے نیچے سے جا کر دینار اٹھا کر لے آیا گھر آتے ہوئے خیال آیا کیوں نہ آج میں گھر میں پکانے کے لیے اچھی چیز لے جاؤں، اس نے مچھلی خریدی جب گھر آیا اور اس کی بیوی نے مچھلی کو کاٹا تو اس مچھلی کے پیٹ سے ایک ایسا موتی نکلا جس کو بیچا تو ان کی زندگی کا پورا خرچہ نکل آیا یہ برکت آتی ہے، اللہ تعالیٰ ایسی جگہ سے رزق دیتا ہے کہ انسان کو وہم وگمان بھی نہیں ہوتا ہے۔

اگر استقامت ہوتی تو جلنا نہ پڑتا: ایک مرتبہ حضرت سری سقطیؒ جارہے تھے، دوپہر کا وقت تھا، انہیں نیند آئی، وہ قیلولہ کی نیت سے ایک درخت کے نیچے سو گئے، کچھ دیر لیٹنے کے بعد جب ان کی آنکھ کھلی تو انہیں ایک آواز سنائی دی، انہوں نے غور کیا تو پتہ چلا کہ اس درخت سے آواز آرہی تھی جس کے نیچے لیٹے ہوئے تھے، جی ہاں جب اللہ تعالیٰ چاہتے ہیں تو ایسے واقعات رونما کردیتے ہیں، درخت انہیں کہہ رہا تھا، یاسری! کن مثلی اے سری! تو میرے جیسا ہوجا، وہ یہ آواز سن کر بڑے حیران ہوئے، جب پتہ چلا کہ یہ آواز درخت سے آرہی ہے تو آپ نے اس درخت سے پوچھا، **کَیْفَ اَکُوْنُ مِثْلَکَ**؟ ۔کہ اے درخت! میں تیرے جیسا کیسے بن سکتا ہوں؟ درخت نے جواب دیا۔ **اِنَّ الَّذِیْنَ یرمونني بالاحجار فأرميهم بالاثمار** ۔اے سری! جو لوگ مجھ پر پتھر پھینکتے ہیں میں ان لوگوں کی طرف اپنے پھل لوٹاتا ہوں۔ اس لئے تو بھی میرے جیسا بن جا، وہ اس کی بات سن کر اور بھی زیادہ حیران ہوئے، مگر اللہ والوں کو فراست ملی ہوتی ہے، لہٰذا ان کے ذہن میں فوراً خیال آیا کہ اگر یہ درخت اتنا ہی اچھا ہے کہ جو اسے پتھر مارے، یہ اسے پھل دیتا ہے تو اللہ رب العزت نے درخت کی لکڑی کو آگ کی غذا کیوں بنایا؟ لہٰذا انہوں نے پوچھا کہ اے درخت! اگر تو اتنا ہی اچھا ہے تو "**فكيف مصيرك الى النار**؟" یہ بتا کہ اللہ تعالیٰ نے تجھے آگ کی غذا کیوں بنا دیا؟ اس پر درخت نے جواب دیا۔ اے سری! میرے اندر خوبی بھی بہت بڑی ہے، مگر اس کے ساتھ ہی ایک خامی بھی بہت بڑی ہے، اس خامی نے میری اتنی بڑی خوبی پر پانی پھیر دیا ہے، اللہ تعالیٰ کو میری وہ خامی اتنی ناپسند ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے آگ کی غذا بنا دیا، میری خامی یہ ہے **فامليت بالهواء هكذا هكذا** جدھر کی ہوا چلی ہے میں ادھر کو ہی ڈول جاتا ہوں یعنی میرے اندر استقامت نہیں ہے (خطبات ذوالفقار:۸؍۸۴)

جذبۂ عبادت کی قدر ومنزلت: حضرت امام احمد بن حنبلؒ کے پڑوس میں ایک لوہار (حداد) رہتا تھا، جب وہ فوت ہوا تو بعد میں کسی محدث نے خواب میں دیکھا، اس نے پوچھا، سنائیے، آگے کیا معاملہ پیش آیا؟ وہ کہنے لگا کہ مجھے بھی احمد بن حنبلؒ کے درجہ میں رکھ دیا گیا ہے اور اب میں ان کے ساتھ رہ رہا ہوں، جس محدث نے یہ خواب دیکھا وہ بڑے حیران ہوئے کہ یہ لوہار تو سارا دن لوہا کوٹتا تھا اور امام احمد بن حنبل دین کا کام کرنے والے تھے اور مسئلہ خلق قرآن کے معاملہ میں قربانیاں دینے والے اللہ کے ایک مقبول بندے تھے، اس لوہار کو ان کے برابر مرتبہ دیدیا گیا، چنانچہ انہوں نے دوسرے محدثین کو بتایا۔ انہوں نے جواب دیا کہ اس کا کوئی نہ کوئی عمل ایسا ہے جو اللہ کے یہاں پسند آگیا۔

انہوں نے کہا کہ اچھا ان کے اہل خانہ سے پتہ کرتا ہوں، چنانچہ انہوں نے اس لوہار کی اہلیہ سے جا کر کہا کہ میں نے تمہارے خاوند کو خواب میں بڑے اچھے درجے میں دیکھا ہے۔ مجھے لگتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو اس کا کوئی عمل پسند آگیا ہے، آپ مجھے اس کا کوئی خاص عمل بتائیں۔ اس نے جواب دیا کہ وہ ایک غریب آدمی تھا، سارا دن بھٹی میں لوہا کوٹتا تھا اور وقت پر نمازیں بھی پڑھتا تھا، اس کے علاوہ اس کی کوئی خاص عبادت نہیں ہوتی تھی، انہوں نے کہا، پھر بھی ذرا سوچ کر بتائیں، اس کی بیوی نے سوچ کر بتایا کہ مجھے اس کی زندگی میں دو باتیں نمایاں محسوس ہورہی ہیں، ایک تو یہ کہ اس کے اندر نماز اور اذان کا اتنا ادب تھا کہ اگر لوہا کوٹتے ہوئے کبھی اس کا ہاتھ اوپر ہوتا اور اس کے ہاتھ میں ہتھوڑا ہوتا اور عین اسی لمحہ اللہ اکبر کی آواز آتی تو وہ اس کو مارنے کے بجائے رکھ دیتا تھا کہ اب میرے مالک کے منادی نے پکارا ہے اور مجھے اب اس کے دربار میں حاضری دینی ہے اور دوسری بات یہ ہے کہ وہ سارا دن محنت کرکے رات کو تھکا ہوا آتا تھا تو ہم میاں بیوی بچوں کے ساتھ اپنے گھر کی چھت پر سوتے تھے اور ہمارے پڑوس میں امام احمد بن حنبلؒ رہتے تھے، امام احمد بن حنبلؒ ساری رات قرآن پڑھتے ہوئے گزار دیتے تھے، یہ ان کی طرف دیکھتا اور حسرت سے ٹھنڈی سانس لیتا اور کہتا کہ میرے بچے زیادہ ہیں اور گھر میں کوئی ایک نیک بندہ ایسا نہیں ہے جو محنت کرسکے، مجھے ہی سارا دن لوہا کوٹنا پڑتا ہے اور اس محنت کی وجہ سے اتنا تھک جاتا ہوں کہ میں اللہ کی عبادت نہیں کرسکتا۔ اگر میاں پیٹھ ہلکی ہوتی تو میں بھی امام احمد بن حنبلؒ کی طرح قیام کرتا، وہ محدث یہ سن کر فرمانے لگے کہ اذان کے اس ادب اور دل میں یہ نیکی کا شوق رکھنے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اس کو امام احمد بن حنبلؒ کا رتبہ عطا فرمادیا۔

سبحان اللہ! اس سے پتہ چلتا ہے کہ اگر انسان کسی ایسے ماحول میں پھنس جائے کہ وہ نیکی نہ کرسکے تو کم از کم دل میں تڑپ ضرور رکھنی چاہئے کیونکہ بسا اوقات اللہ تعالیٰ دل کی تڑپ پر بھی وہ نعمت اور اجر عطا فرما دیتے ہیں۔ (خطبات ذوالفقار:۱۱؍۲۲۹)

Scanned with CamScanner

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتصادی حکمت عملی

مولانا احمد شفیع الدین رشادی، بنگلور

اللہ تبارک وتعالی نے اسلام کو کامل ومکمل دستور حیات بنایا ہے۔اس دین میں زندگی کے ہر پہلو کے لئے واضح تعلیمات مرتب ہیں۔سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ ہجرت فرمانے کے بعد سب سے پہلے مسجد نبوی کی بنیاد رکھی اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کے معاشی استحکام کے لئے بازار کی جگہ منتخب فرمائی۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل ہمیں یہ احساس دلاتا ہے کہ مسلمانوں کو جس طرح روحانی ضرورت کی تکمیل کے لئے مساجد کی تعمیر ضروری ہے، اسی طرح جسمانی اور مادی ضروریات کی تکمیل کے لئے بازار کا مستحکم ہونا ضروری ہے۔یہی وجہ ہے اللہ تبارک وتعالیٰ نے قرآن مجید میں 70 مرتبہ سے زیادہ اقیموا الصلوٰۃ کے ساتھ اتوا الزکوۃ کا ذکر فرمایا ہے۔سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ سے ہجرت کر کے جس وقت مدینہ میں قدم رنجہ فرمایا، اس وقت مدینہ والوں کی اقتصادی حالت بے حد خراب تھی۔سودی کاروبار کی وجہ سے وہ ہر طرف سے یہودیوں کی جال میں جکڑے ہوئے تھے۔اہل مدینہ کی بازار میں کوئی نمائندگی نہیں تھی۔مدینہ کے مشہور بازاروں میں یہودیوں کا دبدبہ تھا۔اس خطرناک صورتحال سے نکلنے کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو حکمت عملی اختیار کی تھی، وہ آج بھی قابل تقلید ہے۔

حکمت عملی (۱): اقتصادی جدو جہد عبادت ہے، اسلامی اقتصادیات کا سب سے انوکھا امتیاز یہ ہے کہ اللہ تعالی نے اقتصادی جدو جہد کو دین کا حصہ بنایا۔اس کا مطلب یہ ہے کہ جو مال کمانے کو دین سمجھ کر محنت کرے گا، اللہ اس کو مال کے ساتھ ساتھ اجر بھی عطا فرمائیں گے۔اقوام سابقہ میں یہ تصور نہیں تھا، وہاں تو رہبانیت تھی، دنیا بیزاری کو عین دین سمجھا جاتا تھا اور راہبین وعابدین آبادی سے کٹ کر اور ہٹ کر اپنی عبادت گاہ بناتے تھے۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس نظریہ کو صحابہ کے دلوں میں پیوست کیا کہ اکتساب مال اور اس کی جدو جہد پر بندہ عنداللہ ماجور ہوتا ہے۔

اقتصادی جدو جہد کے عبادت ہونے کا مطلب یہ ہے کہ جس طرح عبادات (مثلاً نماز وغیرہ) میں عقل پر حکم الٰہی کا غلبہ ہوتا ہے، عین اسی طرح تجارت، ملازمت یا کسی بھی اقتصادی جدو جہد میں حکم الٰہی کی پیروی لازم اور فرض ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ اقتصادی انقلاب کے لئے سب سے پہلے ہمیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مندرجہ ذیل حکمت عملی کو اختیار کرنا ضروری ہے: (۱) نیت درست کریں۔عبادت کی نیت سے اقتصادی جدو جہد کریں۔(۲) عبادت میں اصول وضوابط کی پاسداری ضروری ہے لہٰذا تجارت وملازمت کے شرعی اصول وضوابط جان کر عمل کریں۔(۳) اقتصادی جدو جہد میں کوئی ایسا کام نہ کریں جو اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو ناپسند ہو۔

(۲) مصالحت ومواخاۃ، سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ ہجرت فرمانے سے پہلے مدینہ کے دو بڑے قبیلوں کے درمیان جن کی آپس میں صدیوں سے دشمنی تھی، مصالحت فرمائی۔جس کا اثر یہ ہوا کہ مدینہ میں یہودیوں سے متحدہ طور پر مقابلہ کرنا آسان ہوگیا۔یہودیوں کی سازش یہی تھی کہ وہ اوس وخزرج کو آپس میں لڑاتے تھے اور دونوں کے مال کو برباد کرتے تھے۔جب دونوں قبیلے مالی طور پر مجبور ہو جاتے تو پھر سودی قرضے کے ذریعہ ان کی مدد کرنے کا ڈھونگ رچتے تھے۔اس طرح مدینہ کی معیشت یہودیوں کے قبضہ میں ہوا کرتی تھی۔نگاہ نبوت نے اس کو بہت دور سے بھانپ لیا تھا اسی لئے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ ہجرت فرمانے سے پہلے ہی اوس وخزرج کے درمیان مصالحت کی شرط رکھدی تھی۔مدینہ ہجرت فرمانے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے اہم چیلنج اور تحدی یہ تھی کہ مہاجرین کی آبادکاری کس طرح سے کی جائے؟ اس لئے کہ مکہ سے مدینہ ہجرت کرنے والے مہاجرین اپنا مال وتجارت سب چھوڑ کر آچکے تھے۔اقتصادی اعتبار سے ان مہاجرین کو ازسرنو آباد کرنے کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مواخات کا طریقہ اپنایا۔

مدینہ میں مواخات کا ایسا نمونہ انصار صحابہ نے پیش فرمایا کہ جس سے مہاجرین کو یہ شک ہونے لگا کہ سارا اجر وثواب انصار ہی لے جائیں گے۔چنانچہ مہاجرین نے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس احسان مندی کا تذکرہ اس طرح فرمایا اے اللہ کے رسول! ہم کبھی ایسی قوم نہیں دیکھی جو غربت اور کمی کے باوجود مواسات کا بہترین نمونہ پیش کرتی ہے، انہوں نے کاشتکاری اور کھجور کے درخت کی باغبانی کا بوجھ تو خود اٹھایا لیکن جب پھل اور اناج کا وقت آیا تو ثمرات میں ہمیں برابر شریک کیا، ہمیں یہ اندیشہ ہے کہ اتنے بڑے احسان کے بعد سارا اجر تو وہی لے جائیں گے۔

مذکورہ حدیث جو بیہقی نے روایت کی ہے چند اہم امور کی طرف اشارہ کرتی ہے۔ایک یہ کہ مواساۃ اور مواخات کے لئے مالدار ہونا ضروری نہیں ہے۔قلیل میں بھی ممکن ہے۔دوسری بات یہ کہ مواخات کرنے والے کی احسان مندی کا اظہار بھی مستحسن ہے تا کہ محسن کی دلجوئی ہو۔مطلب دونوں جانب سے محبت اور مودت ہو تو یہ مواسات کا ماحول بنایا جاسکتا ہے۔اس دور میں جب کہ باطل طاقتیں مسلمانوں کے خلاف ہر ممکن ظلم پر آمادہ ہیں، ہمارے لئے رسول اللہ صلی یم کے اس عمل میں اسوۂ حسنہ ہے کہ ہم آپسی بھائی چارہ کو اقتصادی جدو جہد میں لازم پکڑیں۔

(۳) مسلمانوں کا اپنا بازار، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب ہجرت فرما کر مدینہ تشریف لائے اور یہ دیکھا کہ مدینہ کا اہم بازار بنوقینقاع نامی یہودی قبیلہ کی گرفت میں ہے اور اس بازار میں ہر قسم کے غیر اخلاقی اور ظالمانہ تجارتی طور طریقوں کا رواج ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کے لئے الگ بازار قائم کرنے کا حکم دیا۔اس لئے کہ بنوقینقاع کے اس بازار میں سودی لین دین کا رواج تھا، دھوکہ دہی، احتکار، استغلال جیسی برائیاں عام تھیں۔ان برائیوں سے مدنی معاشرہ کو پاک کرنے کے دو طریقے تھے۔ایک یہ کہ اسی بازار میں یہودیوں سے درخواست کر کے اصول تجارت کو بدلنا، دوسرا یہ کہ اپنا بازار الگ سے قائم کرنا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دوسرے طریقے کو ترجیح دی اور بنوقینقاع کے بازار کے قریب ایک جگہ متعین فرما کر علامت کے طور پر ایک قبہ (خیمہ) لگوایا۔کعب بن اشرف جو یہودیوں کا سرغنہ تھا اس نے اس خیمہ کو توڑ دیا۔سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد مدینہ میں چونکہ ابھی ہوئی تھی اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہودیوں سے اس جگہ کے بارے میں مقابلہ نہیں کیا بلکہ ارشاد فرمایا کہ الأضر بن له سوقا هو أغيظ له من هذا چنانچہ وہاں سے بازار منتقل کر کے مسجد نبوی کی بائیں جانب بازار کی جگہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے متعین فرمادی۔اس جگہ رسول اللہ صلی االکلام نے قبہ یا بڑا خیمہ نہیں لگوایا بلکہ صرف ایک لکیر اپنے مبارک پیروں سے کھینچ دی اور فرمایا یہ تمہارا بازار ہے اس بازار میں تنگی نہیں ہوگی یعنی اس بازار میں سب کے لئے آزادی کے ساتھ تجارت کرنے کی اجازت ہوگی اور اس میں کوئی ٹیکس نہیں وصول کیا جائے گا۔سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس عمل سے چند اہم امور کی نشاندہی ہوتی ہے۔(۱) سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے آزاد بازار قائم فرمایا یعنی اگر کوئی غیر مسلم بھی اس بازار میں تجارت کرنا چاہتا ہے تو اس کو اجازت تھی، بس اصول کی پاسداری ضروری تھی۔(۲) بازار میں اصول جو مرتب ہوئے وہ عقلاً منصفانہ اور عادلانہ تھے۔جیسے سود، دھوکہ دہی، احتکار وغیرہ سے روکنا۔(۳) بازار میں کوئی جبری پیسہ وصولی نہیں ہوگی۔(۴) جب یہودیوں نے خیمہ کو توڑا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دوسری جگہ میں خیمہ پر اصرار نہیں فرمایا بلکہ ایک خط کھینچ دیا۔اس سے معلوم ہوا کہ حالات کے اعتبار سے انتظامی امور میں مفاہمت جائز ہے اس میں کوئی حرج نہیں۔یہ اصول ایسے تھے کہ عوام خود بخود بازار کی طرف راغب ہوئے اور بازار ترقی کرنے لگا۔موجودہ دور میں مسلمانوں کو اخلاقی اصولی تجارت کو فروغ دینے کی ضرورت ہے۔بات دراصل یہ ہے کہ اصولی اور اخلاقی عمدگی کے ساتھ تجارت کرنے والوں کی آج بھی وہی قدر ہے جو دور نبوت میں تھی۔کوئی نہیں چاہتا کہ تجارت میں دھوکہ دہی ہو، تدلیس ہو یا عیب چھپا کر بیچا جائے۔لیکن افسوس کہ مسلمان ان اقدار سے بہت دور ہو گئے۔جس کی وجہ سے اقتصادی بحران ہمارا مقدر بن چکا ہے۔

۴) تجارت میں اصول کی اہمیت، اللہ تعالی عبادات اور معاشرتی آداب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو امتیازی طریقہ سے نوازا جو کسی بھی قوم سے مشابہت نہیں رکھتا۔مزید یہ کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے قول من تشبه بقوم فهو منهم کے ذریعہ اہل ایمان کو شبہ سے منع بھی فرمایا لیکن تجارتی معاملات میں اللہ اور اس کے رسول کا یہ طریقہ ہے کہ صرف بعض محرمات کی نشاندہی فرمادی گئی اور یہ کہہ دیا گیا کہ ان محرمات سے بچتے ہوئے کسی بھی طریقہ سے لین دین اور تجارت کرنا جائز ہوگا۔اللہ تعالیٰ نے ایک آیت میں اس پورے مفہوم کو بتادیا۔معلوم ہوا کہ باطل اور حرام سے بچنا ہے نیز عدم رضامندی سے بچنا ہے۔پس جو سود، میسر، غش، تدلیس جیسی اہم محرمات سے بچ جائے گا اللہ اس پر اپنی خصوصی رحمت کے دروازے کھول دے گا۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ صرف یہ کہ ان اصول کو وضاحت کے ساتھ بیان فرمایا بلکہ ان اصولوں کی عملی تطبیق کا بھی خیال فرمایا۔چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بازار میں گیہوں کا ڈھیر دیکھا جو باہر سے تو سوکھا تھا لیکن جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس ڈھیر کے اندر ہاتھ ڈالا تو اس کو رطب یعنی پانی سے گیلا پایا۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دکاندار سے پوچھا کہ یہ اندر سے گیلا کیوں ہے؟ ما هذا يا صاحب الطعام؟ صحابی نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بارش نے گیلا کر دیا۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا من غش فليس منی یعنی جو دھوکہ دے، وہ مجھ میں سے نہیں ہے۔اس حدیث کی عملی تطبیق ہمارے اس دور میں کچھ اس طرح ہونی چاہئے: (۱) مسلمان تاجروں میں اصول تجارت کی تعلیم کے لئے شرعی لائحہ عمل تیار کریں، یہ بھی علماء کی ذمہ داری ہے۔(۲) تجارت کی بنیاد اصول کی پاسداری پر رکھی جانی چاہئے۔(۳) دنیوی عقوبت کے ساتھ ساتھ اخروی عقوبت اندیشی کا احساس تاجروں میں بیدار کرنا چاہئے۔

(۵) استثمار کا لزوم: استثمار سرمایہ کاری کو کہتے ہیں۔یعنی فاضل اور زائد مال کو تجارت میں لگا کر نفع حاصل کرنا۔لفظ لزوم کا استعمال ہم نے عمداً کیا ہے تا کہ اس کی طرف زیادہ توجہ دی جاسکے۔وجہ اس کی یہ ہے کہ اسلام میں افراد کی ترقی کا دارومدار قوم اور سوسائٹی کی ترقی کے ساتھ جوڑ دیا گیا ہے۔اللہ یہ چاہتے ہیں کہ مادی اور اقتصادی ترقی اجتماعی نوعیت کی ہو۔ایسا نہ ہو کہ مال ودولت یا ان کے وسائل کسی ایک فرد یا چند محدود افراد پر منحصر اور مرتکز ہو جائے اور قوم کا عوامی طبقہ ان گنے چنے مالداروں کی اجارہ داری کا شکار ہو کر مجبوری کی زندگی گزارنے لگے۔چنانچہ اسی وجہ سے سود حرام قرار دیا گیا نیز زکوٰۃ فرض کی گئی۔سود کی حرمت کی علت آج کے اس دور میں سمجھنا بالکل آسان اور سہل ہے۔آئے دن بینکوں کا دیوالیہ ہمیں اسلام کی حقانیت کا یقین دلاتا رہتا ہے۔ہمیں معلوم ہونا چاہئے کہ بینک وہی ارتکاز دولت کا کام کرتے ہیں جس سے شریعت نے ہمیں روکا ہے۔عام انسانوں کی جمع پونجی اکٹھا کر کے ٹھیکہ دار قسم کے مالداروں کی بڑی کمپنیوں کو زیادہ شرح سود میں لون کی شکل میں دیتے ہیں اور اس سے اپنا فائدہ حاصل کرنے کے بعد رتی کی مقدار میں ڈپازٹر کو دیتے ہیں۔یہ سرمایہ دار بے دردی سے بینک سے لیا ہوا لون اپنی کمپنیوں میں لگاتے ہیں، لون کا سود بھی گاہکوں سے وصول کرتے ہیں۔بازار کی تحدیات جب بڑھ جاتی ہیں تو آہستہ سے کمپنی کے دیوالیہ ہونے کا اعلان کر کے لون ہڑپ جاتے ہیں۔کمپنیوں کا دیوالیہ ہوتے ہی بینک دیوالیہ ہو جاتے ہیں۔سرمایہ جمع کرنے والوں کا نقصان ایک طرف، دوسری طرف بینکوں کے دیوالیہ ہونے کی وجہ سے مہنگائی میں بھی اضافہ ہو جاتا ہے۔زکوٰۃ کی فرضیت مسلمانوں کو جمع شدہ رقم کی سرمایہ کاری پر آمادہ کرتی ہے اس لئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یتیموں کے مال کے سلسلے میں فرمایا کہ جو شخص یتیم کی کفالت کا ذمہ لے اور اس کے پاس یتیم کا مال ہو تو اس کو چاہئے کہ وہ اس سے تجارت کرے اور نفع حاصل کرے تا کہ زکوٰۃ اس کے مال کو نہ کھالے۔اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے استثمار یعنی سرمایہ کاری کی اہمیت بتائی۔اسلام یہ چاہتا ہے کہ سرمایہ صندوقوں میں رہنے کے بجائے بازار میں گردش کرتا رہے تا کہ ضرورت مندوں کی ضرورت پوری ہو، ہنرمندوں کا ہنر استعمال کیا جاسکے، سرمایہ کاروں کو اپنے سرمایہ کا نفع بھی حاصل ہو۔جب مال اور سرمایہ بازار میں گردش کرتا رہے تو مہنگائی پر بھی قابو رہتا ہے۔ان اصولوں میں سے ہر اصل آج ہماری ترقی کے لئے بے حد ضروری ہے۔اللہ ہمیں عمل کی توفیق دے۔

Scanned with CamScanner

روزہ! اصلاح نفس کا بہترین علاج

مولانا محمد عبدالحفیظ اسلامی

اللہ تعالیٰ اپنے محبوب بندوں سے حد درجہ محبت کرتا ہے۔مثال کے طور پر جس طرح دنیا میں ہمیں اپنی عمارتیں،سواریاں محبوب لگتی ہیں اور ہمیں ان کی درست حالت پسند ہے ٹھیک اسی طرح تمام انسانوں کا مالک سارے انسانوں کو درست حالت میں دیکھنا چاہتا ہے۔اس کا مقصد صرف یہی ہے کہ یہ گرنے چھٹرنے تباہ ہونے اور ضائع ہونے سے بچے رہیں،ٹھیک یہی حال انسانوں کے مالک کا ہے اس کے جو مسلم بندے ہوتے ہیں ان سے اور بھی زیادہ پیار کرتا ہے،اسی محبت کا تقاضہ تھا کہ وہ وقت کے انبیاء کے ماننے والوں کے علاوہ نبی آخری الزماں صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے والوں کیلئے بھی ان کی ارتقاء کا سامان یوں مہیا کردیا کہ اے لوگو جو ایمان لائے ہو تم پر رمضان کے روزے فرض کردیئے گئے ہیں جیسا کہ تم سے پہلے کے انبیاء کے پیروؤں پر فرض کردیئے گئے تھے تاکہ اس کے ذریعہ تمہارے اندر تقویٰ کی روش پیدا ہو۔حقیقت یہ ہے کہ جو بندہ جس قدر اللہ سے ڈر کر اور اس کی نافرمانی کے انجام بد سے خوف کھاتے ہوئے زندگی بسر کرے گا وہ اللہ کے نزدیک محترم ومکرم قرار دیا جائے گا۔دوسری اہم چیز یہ ہے کہ اللہ نے اہل ایمان کو خیر امت کے اونچے مقام پر سرفراز فرمایا ظاہر ہے کہ اس اونچی ذمہ داری کو ادا کرنے کیلئے اس امت کی تیاری بھی ضروری ہے سب سے پہلی چیز اللہ کے حکم کے سامنے جھک جانا،فکر ونظر میں وسعت،خیالات میں پاکیزگی نصب العین میں استقامت،توکل علی اللہ اور صبر کے علاوہ انابت علی اللہ کی صفات امت خیر کیلئے ضروری چیزیں ہوتی ہیں،خیر کیلئے برپا کی گئی امت کی روحانی تربیت کا نام ''صوم'' ہے جو انہیں ارتقائی منازل طے کرنے میں ایک نسخہ اکسیر کا کام کرتا ہے اور یہ نسخہ اس حکیم ودانہ کا تجویز کردہ ہے جو ساری کائنات کا تنہا خالق و مالک ہے جو اپنے بندوں میں پائی جانے والی بیماری اور اس کے علاج سے پوری طرح واقف ہے لہٰذا اللہ تعالیٰ اپنی حکمت کے تحت سال میں ایک مرتبہ ماہ صیام کو لاتے رہتا ہے تاکہ اہل ایمان کی اچھی طرح مشق کروائی جائے،اس سلسلہ میں ارشاد یوں ہوا: يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُواْ كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ مِن قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ (سورہ بقرہ، آیت ۱۸۳) روزہ کے ذریعہ سے امت خیر کے افراد کا اپنے پورے وجود کے ساتھ تزکیہ مقصود ہے اور حقیقت بھی یہی ہے کہ روزہ صرف پیٹ کا یا کسی ایک خاص عضو کا نہیں ہوتا بلکہ پورے جسم کا ہوتا ہے چنانچہ اس سلسلہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہمارے سامنے یوں آتا ہے جس کے راوی ہیں حضرت ابو ہریرہؓ نے فرمایا: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لکل شئی زکوٰۃ و زکوٰۃ الجسد الصوم۔اور مزید یہ بات بھی اس میں آئی ہے کہ والصیام نصف الصبر۔مطلب یہ ہے کہ ہر گندگی کو دور کرنے کیلئے اللہ نے کوئی نہ کوئی چیز بنائی ہے اور جسم کو روحانی گندگی اور بیماریوں سے پاک کرنے والی چیز روزہ ہے اور روزہ آدھا صبر ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ خیر امت کے لقب سے نوازی گئی امت کے افراد کی زندگی کے ہر پہلو سے خیر وخوبی کے مناظر عام طور پر ظاہر ہوتے رہیں تاکہ ان کی شب و روز کی حیات کو دیکھ کر لوگ اسلام کی تصویر جان لیں اور اس کی حقانیت کی شہادت دینے والے بن جائیں۔اس طرح روزہ اہل ایمان کو صبر سکھاتا ہے،خیر امت کے منصب پر فائز گروہ کیلئے صبر ایک انتہائی اہم چیز ہے کیونکہ تامرون بالمعروف و تنھون عن المنکر و تومنون باللہ کا عمل ایک ایسا عظیم کام ہے جس میں اللہ کے باغیوں کے ساتھ ہمیشہ ایک کشمکش اور مخالفت کا سامنا کرنا ہوتا ہے اور اللہ پر ایمان لانے کے بعد ہر وقت شیطان ملعون سے بھی سابقہ رہتا ہے لہٰذا اپنے ایمان پر ثابت قدمی اور باطل گروہوں کے ہر ہتھکنڈے سے مقابلہ کیلئے جو چیز اہم ہے وہ ہے صبر،صبر کے معنی صرف یہی نہیں ہے کہ حالات سازگار ہو تو ہی دین کا کام کیا جائے ورنہ نہیں،صبر تو یہ ہے کہ ہر حال میں کلمہ حق کو بلند کرنے کیلئے جب بھی موقع مل جائے ایک لمحہ بھر کیلئے بھی اسے خالی نہ چھوڑا جائے،جب اہل ایمان اپنا نصب العین اقامت دین بنا لیتے ہیں اور اپنے خیر امت ہونے کا حق ادا کرنے کیلئے میدان عمل میں اترتے ہیں تو ہر طرف سے مخالفت ہوتی ہے اور اس مخالفت کا حکیمانہ انداز میں جواب دیا جاتا ہے تو اس میں سب سے بڑی چیز صبر ہی کی ہوتی ہے اسی لئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحابؓ کو صبر کرنے کی تاکید فرمائی خدا کے باغیوں اور نافرمانوں کا یہ مزاج ہوتا ہے کہ حق کے مقابل اس کے پاس کہنے کو کچھ بھی نہیں ہوتا سوائے تکرار اور بے دلیل باتوں کے جب یہ بھی ختم ہوجاتی ہیں تو وہ لڑائی جھگڑے پر آمادہ ہوجاتا ہے کبھی بھبکیاں دی جاتی ہیں،گالی گلوج مار پیٹ الزام تراشی،برے القاب سے نوازہ جانا یہ ایسا موقع ہوتا ہے کہ اس میں داعی گروہ،خیر امت کے اعلی منصب پر فائز لوگ اور اہل ایمان کی سخت آزمائش ہوتی ہے اگر یہ کسی بھی طرح کی دھونس کی پرواہ کئے بغیر اور گالی کا جواب گالی سے نہ دیتے ہوئے احسن طریقے کو اپنا لے تو یہ ان کی کامیابی ہے اور اس کا سرچشمہ صبر ہے۔باطل گروہ کا مذکورہ بالا ہتھکنڈہ جب داعی گروہ کے سامنے کند پڑ جاتا ہے تو پھر ایک نئے طریقے سے خیر امت کے افراد کو اور مومنانہ کردار اور داعیانہ اوصاف کے ساتھ زندگی بسر کرنے والوں کو مختلف لالچ دی جاتی ہے یعنی جب لوہے کی زنجیر کارگر ثابت نہ ہو تو پھر یہ لوگ سونے اور چاندی کی زنجیر میں جکڑنے کی کوشش کرتے،اس طرح کے موقع پر بھی اہل ایمان اپنے دین و ایمان کا سودا نہیں کرتے اور اپنے مقصد وجود اور نصب العین پر کاربند رہتے ہیں،کیونکہ انہوں نے رمضان المبارک کے ماہ مقدس میں ایسی تربیت حاصل کی کہ حالت روزہ میں محض اللہ کے حکم پر حلال وطیب چیز کو بھی چھوڑ دیا تھا اور جب ان کے ساتھ کوئی لڑائی جھگڑے پر آمادہ ہوا اور گالی گفتار پر کمربستہ ہوا تو یہ صاف طور پر کہہ دیا تھا کہ بھائی میں روزے سے ہوں اور میں تمہاری جہالت و نادانی کا جواب نہیں دے سکتا اور نہ ہی ناپاک وحرام چیزوں کو قبول کرسکتا علاوہ ازیں روزہ کے ذریعہ اللہ تبارک تعالیٰ کے حاضر وناظر ہونے کا احساس جاگ اٹھتا ہے جو ایک اہل ایمان کیلئے ضروری ہے کیونکہ جہاں پر اللہ کے ہر وقت ناظر ہونے کا احساس ختم ہوا یا پھر اس میں کمی واقع ہوگئی تو پھر انسان شیطان کے ہتے چڑھ جاتا ہے یہی وہ احساس ہے جو روزے کے ذریعہ اہل ایمان اپنے اندر روحانی ارتقاء کا سامان فراہم کرتے ہیں اور روزے کا مقصود بھی یہی ہے۔مثلاً روزہ کی حالت میں انسان اگر کچھ چھپ چھپا کر کھا پی لے تو اسے دیکھنے والا کوئی نہیں رہتا لیکن ایک صائم (روزہ دار) ایسا عمل ہرگز نہیں کرتا کیونکہ روزے کے ذریعہ خیر امت کے افراد اس اونچے مقام پر پہنچ جاتے ہیں کہ کوئی دیکھے نہ دیکھے،خدا کی ذات کا ان پر نظر رکھا جانا انہیں ہمیشہ یاد رہتا ہے۔اس طرح ان اللہ کان علیکم رقیبا کی کیفیت کے ساتھ ان کے شب و روز گدرنے لگتے ہیں روزہ ایمان والوں کے اندر اجتماعیت کے علاوہ نظم کا پابند اور احکام الٰہی کا خوگر اور نفس کی بندگی سے بچاتا ہے کیونکہ سحر وافطار کا جو بھی وقت متعین ہوتا ہے اس کی پابندی سب لوگوں پر لازمی ہے اپنی مرضی وسہولت کا اس میں ہرگز کوئی دخل نہیں ہوتا،اس طرح ان کی زندگی سے سیسہ پلائی ہوئی دیوار کی تصویر صاف طور پر ظاہر ہوتی ہے اور زندگی میں ہر کام وقت پر کرنے کی اچھی طرح مشق ہوجاتی ہے،اس سلسلہ میں اللہ تعالیٰ نے یہ حکم دے رکھا ہے کہ وَكُلُوا وَاشْرَبُوا حَتَّىٰ يَتَبَيَّنَ لَكُم الخَيط الاَبيَضُ مِنَ الخَيطِ الاَسوَدِ مِنَ الفَجرِ ثُمَّ اَتِمُّوا الصِّيَامَ اِلَى اللَّيلِ ۔اس طرح سارے لوگ ایک ہی وقت میں سحر کرتے ہیں اور وقت متعینہ پر ختم کرتے اور دن بھر روزہ رکھتے ہوئے شام کے ایک مقررہ وقت پر افطار کرتے ہیں گویا کہ یہ ایک اجتماعیت کا مظاہرہ ہے اور نظم کی پابندی ہے جو اہل ایمان سے کروائی جارہی ہے۔اس سلسلہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ تاکید فرمائی کہ تسحروا و فان فی السحور برکۃ (بخاری)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سحری کھاو اس لئے کہ سحری میں برکت ہے اور اسی طرح افطار کے سلسلہ میں بھی آپؐ نے رہنمائی فرمادی،فرمایا گیا کہ لوگ (اہل ایمان) اچھی حالت میں رہیں گے جب تک افطار میں جلدی کریں گے۔گویا اس سے یہود کی ایجاد کردہ بدعات سے بچایا جارہا ہے کیونکہ ان کی مختلف بدعات میں یہ بات بھی شامل تھی کہ افطار میں تاخیر کی جائے۔اس طرح رمضان کے روزے نظم کا پابند بناتے ہیں اور اجتماعیت کا درس دیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ اور اس کے حبیبؐ کے ارشادات کا پابند بناتے ہوئے بدعات سے بچنے کی تعلیم بھی دیتے ہیں۔اس طرح خیر امت کے افراد میں نکھار پیدا ہوتا ہے تاکہ ایک صالح معاشرہ وجود میں آئے علاوہ ازیں روزہ کے ذریعہ لوگوں کے اندر خدمت خلق کا جذبہ ابھر کر آتا ہے اور روزہ کا مطلوب بھی یہی ہے کہ اس کے ذریعہ معاشرے میں ہمدردی کا رجحان پیدا ہوتا ہے کہ غریب و نادار بیوہ ولاچار،یتیم و بے سہارا لوگوں کیلئے راحت رسانی ہوتی رہے اور اس کے ذریعہ سے دعوت الخیر کا کام آگے بڑھتا رہے،اسی لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صدقات،وخیرات رشتہ داروں کی مدد اور عام مسلمانوں اور انسانوں کی خدمت کیلئے بہت زیادہ زور دیا ہے اور اس کے صلہ میں جو اجر عظیم اللہ کی طرف سے عطا کیا جائے گا اس کی نشاندہی بھی فرمادی،تاکہ لوگ خیرات کے عمل میں سبقت لے جائیں۔اس طرح رمضان مبارک میں دن کے روزے کے ذریعہ خیرات کی اٹھان ہوتی ہے پھر اس سے آگے رات کا قیام بھی ضروری قرار دیا جسے ''قیام لیل'' کہا جاتا ہے یوں تو عام دنوں میں نماز پنجگانہ تو ہر مسلمان کیلئے لازمی شرط ہے اور یہ چیز ایمان وکفر میں امتیاز پیدا کرنے والی ہے لیکن اہل ایمان کو مزید روحانی قوت عطا فرمانے کیلئے تاکہ اس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ سے رابطہ میں مزید اضافہ ہو اور اس کا قرب حاصل ہو،اس کے لئے یہ طریقہ بتلایا گیا کہ رمضان کی راتوں میں تراویح پڑھی جائے اور اس میں قرآن حکیم کو خوب پڑھا اور سنا جائے تاکہ اس کے (دستور حیات کے) احکامات پر عمل کیا جائے جو اللہ نے اپنے بندوں کیلئے ہدایت کا سامان فراہم کرنے کیلئے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب اطہر پر نازل فرمایا لہٰذا اس کی تلاوت کی جائے اسے سمجھا جائے اور اس پر عمل کیا جائے اور اس کی دعوت کو عام کیا جائے اور بندگان خدا تک اسے پہنچایا جائے تو عامۃ الناس کو حق و باطل میں فرق محسوس ہوگا۔اس وقت قرآن کی دعوت کو عام کرنے کی سعی ہورہی ہے اور اس کے اچھے نتائج ظاہر ہورہے ہیں لیکن یہ کام خلفاء راشدین صحابہ کرامؓ کے دور میں جس تیزی کے ساتھ آگے بڑھا اب وہ کیفیت پائی نہیں جاتی۔حقیقت یہ ہے کہ اصلاح نفس،ارتقاء باطن وظاہری حسنات کے حصول کیلئے قرآن مجید وفرقان حمید جیسی کتاب اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت اور آپ کے تربیت یافتہ صحابہ کرام اجمعین کی سیرت سے بڑھ کر کوئی دوسری چیز کارگر نہیں ہوسکتی کیونکہ قرآن مجید لوگوں کو ظلمات سے نکال کر نور کی طرف لاتا ہے۔گمراہی سے بچاتا ہے راہ ہدایت دکھاتا ہے اور اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات گرامی اللہ تعالیٰ کے منشا کو واضح کرتے ہیں اور اللہ کی رضا وخوشنودی تک پہنچادیتے ہیں،یہ قرآن حکیم کا ہی کرشمہ تھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات ہی کا نتیجہ تھا کہ عرب کے جاہل لوگ جو اپنی ننھی ننھی لڑکیوں کو زندہ گاڑ دیا کرتے تھے وہ لڑکیوں کی قدر کرنے والے نہیں،زنا،چوری،ڈاکہ زنی،یتیم کا مال کھانا،بیواوں پر زبردستی قابض ہونا،شراب خوری،جوا،آپسی لڑائیاں،قتل وخوں غارت گری ان ساری چیزوں کے خاتمہ کیلئے قرآن ہی وہ بنیادی چیز تھی جو ان کے اندر صالح تبدیلی واقع کردی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات نے ہی ان کی زندگیوں میں ایک انقلاب عظیم برپا کردیا۔الغرض رمضان المبارک ہمیں یہ موقع عطا کرتا ہے کہ ہم اس ماہ کی رحمتوں ومغفرتوں اور جہنم سے چھٹکارا حاصل کرنے کی ساعتوں سے فائدہ اٹھائیں اور قرآن حکیم کی خوب تلاوت کریں اور علماء حق ومفسرین عظام نے دین کی باتوں کو عام کرنے کیلئے قرآن حکیم کے تراجم کردیئے ہیں اور اس کے مفاہیم کو عام کرنے کیلئے آسان سے آسان تفسیریں کرچکے اور الحمد اللہ تقریباً ہر زبان میں قرآن حکیم کے تراجم ہوچکے جس کی قدر کرنی چاہئے اور ان تراجم کو مسلمانوں کے علاوہ اپنے برادران وطن تک پہنچانا ہم سب کی ذمہ داری ہے کیونکہ یہ کتاب مجید ''ھدی للناس'' اور ''والفرقان'' ہے جو رمضان کے مہینے کے آخری عشرے کی برکت والی رات میں نازل ہوئی ہے۔

Scanned with CamScanner

اخبار جہاں

محمد اسعد اللہ قاسمی

وسطی غزہ کے نصیرات پناہ گزین کیمپ پر اسرائیلی فضائی حملے 17 افراد جاں بحق

وسطی غزہ میں نصیرات پناہ گزین کیمپ میں واقع مکان پر اسرائیلی فضائی حملے میں کم از کم 17/ فلسطینی جاں بحق اور 34 سے زیادہ زخمی ہوگئے، مقامی طبی ذرائع نے بدھ کے روز ژنہوا کو یہ اطلاع دی، ذرائع نے بتایا کہ امدادی کارروائیاں ابھی جاری ہیں اور مہلوکین میں خواتین اور بچے بھی شامل ہیں، ذرائع نے مزید کہا کہ بازیاب ہونے والے تمام متاثرین کو دیرالبلح شہر کے الاقصی شہداء اسپتال منتقل کیا گیا ہے، عینی شاہدین کے حوالے ژنہوا نے بتایا کہ اسرائیلی جنگی طیارے نے بے گھر خاندانوں کو پناہ دینے والے مکان پر متعدد میزائل داغے، زبردست دھماکے سے عمارت زمیں بوس ہوگئی اور کیمپ کے مغربی حصے میں پڑوسی مکانوں کو شدید نقصان پہنچا (ایجنسی)

کینیڈا میں مسلم خاندان کے قاتل کو عمر قید کی سزا

کینیڈا میں پاکستانی نژاد مسلم خاندان کے چار ارکان کے قاتل کو عدالت نے عمر قید کی سزا سنائی ہے، بی بی سی اردو کی رپورٹ کے مطابق جج نے اپنے فیصلے میں مشاہدہ کیا کہ شخص نے جو کیا وہ نسل پرست سفید فام دہشت گردی کے برابر ہے، 22/سال کے تھیلیل ویلٹمین کو پانچ مرتبہ عمر قید کی سزا سنائی گئی جس میں چار قتل اور ایک اقدام قتل پر دی گئی، کینیڈا کی عدالت نے 22/سالہ شخص کو 2021 کے واقعے میں ایک مسلمان خاندان کے چار افراد کو گاڑی سے کچل کر قتل کرنے کے معاملہ میں گذشتہ سال نومبر میں مجرم قرار دیا تھا، عدالت نے کینیڈا کے شہری تھینل ویلٹ مین کو فرسٹ ڈگری یا پہلے سے سوچے سمجھے منصوبے کے تحت قتل کے چار واقعات اور قتل کی کوشش کرنے کے ایک اور معاملے کا مجرم قرار دیا، اب اسے سزا بھی سنادی گئی ہے (ایجنسی)

پاکستان کی نئی حکومت کے ساتھ کام کے منتظر ہیں: آئی ایم ایف

آئی ایم ایف نے پاکستان کی نئی حکومت کے ساتھ کام کرنے پر آمادگی کا اظہار کرتے ہوئے کہا ہے کہ اقتصادی استحکام اور خوشحالی کے لیے نئی حکومت کے ساتھ پالیسیز پر کام کے منتظر ہیں، جمعرات کو نیویارک میں عالمی مالیاتی ادارے (آئی ایم ایف) کی کمیونیکشین ڈائریکٹر جولی کوزیک میڈیا بریفنگ میں ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے کہا کہ ایگزیکٹیو بورڈ نے 11 جنوری کو سٹینڈ بائی ارینجمنٹ کے پہلے ریویو کی منظوری دی تھی جس کے تحت ایک اعشاریہ نو ارب ڈالر جاری ہوئے، جولی کوزیک نے سٹینڈ بائی ارینجمنٹ کی وضاحت کرتے ہوئے بتایا کہ اس کی بدولت معیشت کو مستحکم کرنے کی کوششوں میں مدد ملتی ہے اور اس کے تحت مالی طور پر کمزور ممالک پر توجہ دی جارہی ہے (الجزیرہ)

امریکہ کو ایران کی مذموم سرگرمیوں کے خلاف سخت اقدامات کی ضرورت ہے: مائیک پومپیو

سابق وزیر خارجہ مائیک پومپیو کا کہنا ہے کہ مشرق وسطیٰ میں عدم استحکام پیدا کرنے کی ایران کی صلاحیت کو ختم کرنا 2020 کے ابراہم معاہدے کا محرک تھا، امریکہ کو تہران کے مذموم سرگرمیوں کے خلاف سخت اقدامات کرنے کی ضرورت ہے، عرب نیوز کے مطابق یہ معاہدے متحدہ عرب امارات اور بحرین کی جانب سے اسرائیل کے ساتھ تعلقات کو معمول پر لانے کے لیے کیے گئے تھے جن کی ثالثی اس وقت کے امریکی صدر ڈونلڈ ٹرمپ نے کی تھی، سوڈان اور مراکش نے بھی بعد میں اسرائیل کے ساتھ تعلقات قائم کرنے پر اتفاق کیا تھا، مائیک پومپیو نے میامی میں فیوچر انویسٹمنٹ انیشی ایٹو ترجیحی فورم کو بتایا کہ معاہدوں پر دستخط اس وجہ سے ہوئے کیونکہ اس میں شامل ممالک نے اتفاق کیا کہ تہران خطے کا بدنام کردار ہے، انہوں نے کہا کہ آپ کو معلوم ہونا چاہیے میں اس لیے جانبدارانہ بات کررہا ہوں؛ کیونکہ وہ اب بھی مجھے مارنے کی کوشش کررہے ہیں، اگر آپ مجھے سکیورٹی ٹیم کے ساتھ گھومتے ہوئے دیکھتے ہیں تو اس کی وجہ یہ نہیں کہ میں اس سے لطف اندوز ہوتا ہوں؛ بلکہ اس لیے کہ مجھے اب بھی اس کی ضرورت ہے (الجزیرہ)

چینی ٹیک فرم کا برطانیہ اور پاکستان سمیت کئی ممالک کا ڈیٹا ہیک کرنے کا دعویٰ

ایک چینی سائبر سکیورٹی فرم نے دعویٰ کیا ہے کہ وہ برطانیہ کے دفتر خارجہ کے نظام کو ہیک کرسکتی ہے، لیک ہونے والی دستاویزات کے مطابق برطانیہ کی سرکاری ایجنسیاں، تھنک ٹینکس، کاروبار اور خیراتی ادارے بھی آئی سُون i- Soon کے لیک ہونے والے ڈیٹا میں نظر آتے ہیں، دیگر دستاویزات ایشیا (بشمول پاکستان) اور یورپ میں عوامی اداروں اور کاروباروں کی کامیاب ہیکنگ کا پتا دیتی ہیں، لیکن یہ ابھی تک واضح نہیں ہے کہ آیا ان میں سے کسی کے ڈیٹا تک رسائی ممکن ہو پائی تھی یا نہیں، ان دستاویزات کو لیک کرنے والے کی شناخت معلوم نہیں ہوسکی ہے، برطانیہ میں چین کے سفارت خانے کا کہنا ہے کہ وہ اس لیک سے لاعلم ہیں اور یہ کہ چین ہر قسم کے سائبر حملوں کی سختی سے مخالفت کرتا ہے؛ تاہم اے پی نیوز ایجنسی کے مطابق، چینی پولیس اور آئی سُون i- Soon مبینہ طور پر اس ڈیٹا ڈمپ کی تحقیقات کررہے ہیں، بی بی سی نے برطانوی حکومت اور پاکستانی دفترِ خارجہ سے بھی تبصرے کے لیے رابطہ کیا ہے تاہم ابھی جواب موصول نہیں ہوئے (بی بی سی اردو)

نتن یاہو نے حماس کی مالی امداد روکنے کا موقع خود گنوایا

اسرائیل کے ایک سابق سینیئر انٹیلی جنس افسر نے کہا ہے کہ گذشتہ سال اکتوبر میں حماس کے مہلک حملے سے برسوں پہلے اسرائیل کے وزیر اعظم نتن یاہو نے حماس کی مالیاتی امداد کو روک کر اسے بھوکا مارنے کا موقع خود گنوا دیا تھا، انٹیلیجنس افسر اُدی لیوی نے بی بی سی کے پینورما پروگرام کو بتایا کہ انھوں نے بنیامین نتن یاہو کو مشورہ دیا تھا کہ وہ حماس کی آمدن کو نشانہ بنائیں، ان کا خیال ہے کہ حماس کی آمدن کے بہاؤ پر قدغن لگانے سے گروپ کی فوجی تشکیل میں رکاوٹ پیدا ہوتی؛ لیکن انھیں افسوس ہے کہ ان کی فراہم کردہ انٹیلی جنس پر کارروائی نہیں کی گئی، اسرائیلی وزیر اعظم کے دفتر نے ان الزامات پر اب تک کوئی ردعمل ظاہر نہیں کیا ہے (بی بی سی اردو)

تعلیم وروزگار

علی گڑھ مسلم یونیورسٹی میں داخلہ کے لئے درخواست 11 مارچ تک

علی گڑھ مسلم یونیورسٹی میں کلاس 1، کلاس 6 اور کلاس 9 کے طلبہ کے داخلے کے لیے درخواستیں طلب کرنے کا نوٹیفکیشن جاری کردیا گیا ہے جسے یونیورسیٹی کے ویب سائٹ www.amucontrollerexams.com سے تفصیلی جانکاری حاصل کرسکتے ہیں اور آن لائن فارم بھر سکتے ہیں۔ فارم بھرنے کا عمل جاری ہے اور 11 مارچ 2024 آخری تاریخ ہے اور لیٹ فائن کے ساتھ 18 مارچ تک فارم بھر سکتے ہیں۔ امتحان کا عمل 2 مرحلوں میں ہوگا: پہلا 2 گھنٹہ کا تحریری امتحان 85 نمبروں کے ہوں گے اور دوسرا انٹرویو 15 نمبروں کے ہوں گے۔ کلاس 1 کے لئے تحریری امتحان میں انگریزی، ریاضی، اردو اور جی کے پر 25 موضوعی معروضی قسم کے سوالات شامل ہوں گے۔ کلاس 6 اور کلاس 9 کے لئے تحریری امتحان دو حصوں پر مشتمل ہوگا۔ سیکشن 1: یہ 25 نمبروں کا ہوگا جس میں 25 (MCQ) انگریزی، ہندی اور اردو زبانوں میں ہوں گے۔ سیکشن 2: یہ 60 نمبروں کا ہوگا جس میں 60 آبجیکٹیو قسم کے سوالات میتھ اور سائنس سے ہوں گے۔

سول سروسز کے 1056 عہدوں پر امتحان کے لیے درخواست دیں

سنگھ پبلک سروس کمیشن نے سول سروس امتحان (پری) 2024 کے لیے درخواستیں طلب کی ہیں، اس امتحان کے ذریعہ افسران کا انتخاب دیگر تمام ہندوستانی خدمات بشمول انڈین ایڈمنسٹریٹو سروس (IAS)، انڈین پولیس سروس (IPS) اور انڈین فارن سروس (IFS) کے لیے کیا جائے گا، یو پی ایس سی نے 1056 آسامیاں جاری کی ہیں، امیدوار 5/مارچ 2024 تک آن لائن درخواست دے سکتے ہیں۔

درخواست کی فیس: 100 روپے، یہ ادائیگی آن لائن کی جاسکتی ہے۔ SC / ST زمرہ، خواتین اور جسمانی طور پر معذور افراد کے لیے کوئی فیس نہیں ہے آن لائن درخواست کی آخری تاریخ: 5/مارچ 2024، شام 6/بجے تک، امتحان کی عارضی تاریخ: 26 مئی 2024 ہے۔

ویب سائٹ: www.upsconline.nic.in / www.upsc.gov.in

آرمی میں ''اگنی ویر'' بننے کا موقع

ہندوستان آرمی ''اگنی پتھ'' یوجنا کے تحت 2024-25 کے لیے نوٹیفکیشن جاری کردیا گیا ہے، یہ بحالیاں پورے ملک میں واقع انڈین آرمی کے دفتروں کے ذریعہ ہوں گی، اس کے لیے زون کے مطابق بحالی ریل کا نعقاد ہوگا، اتر پردیش اور بہار سے تعلق رکھنے والے نوجوانوں کو اس میں خاص موقع ملے گا، مردوں کی تقرری مختلف عہدوں کے لیے ہوگی اسی طرح عورتوں کی بحالی ملیٹری پولیس کے لئے ہوگی، خواہش مند امیدوار انڈین آرمی کی ویب سائٹ پر جاکر آن لائن درخواست دے سکتے ہیں، درخواست دینے کی آخری تاریخ 22 مارچ 2024 ہے، امیدواروں کی بھرتی چار سال کے لیے ہوگی۔

اس بحالی میں عہدوں کی تعداد متعین نہیں ہے، درخواست کی فیس: 250 روپے، فیس ڈیبٹ کارڈ/کریڈٹ کارڈ/کیش کارڈ/موبائل والیٹ/UPI اور انٹرنیٹ بینکنگ کے ذریعے آن لائن ادا کرنی ہوگی، آن لائن امتحان کی تاریخ: 22 اپریل 2024 سے، ویب سائٹ: www.joinindianarmy.nic.in

یہ دستاویزات ضروری ہیں: تعلیمی سرٹیفکیٹ جیسے 10ویں یا 12ویں پاس سرٹیفکیٹ، NCC یا ITI یا دیگر تکنیکی ڈپلومہ (اگر کوئی ہے) پاسپورٹ سائز کی 20 تصاویر، رہائشی سرٹیفکیٹ، ذاتی سرٹیفکیٹ، کاسٹ سرٹیفکیٹ، اسکول کریکٹر سرٹیفکیٹ، گاؤں کے سربراہ یا سرپنچ سے جاری کردہ کریکٹر سرٹیفکیٹ، پین اور آدھار کارڈ۔

اہم معلومات: ☆اگنی ویر ہندوستانی فوج میں ایک الگ رینک ہوگا ☆یہ موجودہ ہندوستان میں موجود کسی بھی رینک سے بالکل مختلف ہوگا ☆بھرتی ہونے والے فوجیوں کو چار سال مکمل کرنے سے پہلے فوج چھوڑنے کی اجازت نہیں ہوگی ☆امیدواروں کے لیے غیر شادی شدہ ہونا لازمی ہے، اس کے لیے حلف نامہ دینا ہوگا۔

اسرو میں 224 آسامیوں کے لیے مواقع دستیاب ہیں۔

انڈین اسپیس ریسرچ آرگنائزیشن (ISRO) نے 224 آسامیوں پر بھرتی کے لیے درخواستیں طلب کی ہیں۔* اس بھرتی مہم کے تحت سائنٹسٹ/انجینئر، ٹیکنیکل اسسٹنٹ، لائبریری اسسٹنٹ، سائنٹیفک اسسٹنٹ اور دیگر آسامیوں پر تقرریاں کی جائیں گی۔ انتخاب بنگلورو کے لیے ہوگا۔ اہل اور دلچسپی رکھنے والے امیدوار ISRO کی آفیشل ویب سائٹ https://www.isro.gov.in پر جاکر آن لائن درخواست دے سکتے ہیں۔ درخواست دینے کی آخری تاریخ 01 مارچ 2024 مقرر کی گئی ہے۔ ای میل آئی ڈی: icrb@isro.gov.in

ایک ہی چھت کے نیچے ہر طرح کی طباعت کفایتی شرح پر دستیاب
مدارس کے اشتہارات اور رسید کی چھپائی کا خصوصی نظم
Azimabad Printers
8434419421 9304022690
Calender | Raseed
Letter Head | Pamphlet
Handbill | Invoice Book
Flex/Banner | Poster
Notebook | Text Book
Magazine | News Paper
Add: Plot No. 905, Vachaspati Colony Road, Near- Kumhrar Gumti, Sandalpur, Patna-06

Scanned with CamScanner

ملی سرگرمیاں

مولانا مفتی محمد سہراب ندوی

موجودہ وقت ایمان پر جمنے اور چیلنجز قبول کرنے کا ہے: نائب امیر شریعت مولانا محمد شمشاد رحمانی

امارت شرعیہ بہار اڈیشہ وجھارکھنڈ کے زیر اہتمام ضلع دھنباد کے نقباء، علماؤ دانشوران سے علماء امارت شرعیہ کا خطاب

ایمان رب العالمین کی جانب سے سب سے قیمتی اور بڑا تحفہ ہے۔ایمان ہی اعمال صالحہ کی بنیاد ہے،آج سب سے زیادہ ضرورت ایمان پر محنت کرنے کی ہے،خصوصا نئی نسلوں کو ایمان کی حقیقت اور اس کے فوائد و برکات سے آگاہ کرنا نہایت ضروری امر ہے،اللہ تعالی نے ایمان والوں کو ہر زمانے میں آزمایا ہے؛ تاکہ کھرے اور کھوٹے کی عملاً پہچان ہو جائے۔ تاریخ عالم میں ایسا کبھی نہیں ہوا کہ ایمان والوں کو ایمان لانے کے بعد آزمائش میں نہ ڈالا گیا ہو۔آج ہماری نگاہیں دیکھ رہی ہیں کہ وطن عزیز سمیت پوری دنیا کے مسلمان پریشان حال ہیں،اور ہر چہار جانب سے ان کا امتحان ہو رہا ہے،بعض لوگ اپنے ایمان کا جوہر دکھا رہے ہیں اور انہیں میں سے کچھ بد نصیب مرتد بھی ہو رہے ہیں، ہماری نئی نسل اور خاص کر ہماری بیٹیاں نشانے پر ہیں،ایسے میں ہر ایک گارجین کا یہ دینی فریضہ ہے کہ وہ اپنی اولاد کے دین و ایمان کی حفاظت کے لیے دینی تعلیم و تربیت کا نظام بنائیں، خود ذاتی طور پر دین دار بنیں اور اپنے گھر کو ایمان و اسلام کے ماحول میں ڈھالیں؛ تاکہ مغربی تہذیب کی آندھیوں سے ہمارے ایمان کا آشیانہ محفوظ رہ سکے؛ ان خیالات کا اظہار امارت شرعیہ بہار اڈیشہ وجھارکھنڈ پھلواری شریف پٹنہ کے زیر اہتمام ضلع دھنباد میں مورخہ 18/فروری کو بمقام مدرحلیمہ آزاد نگر دھنباد، نقباء نائبین نقبائے امارت شرعیہ، علماء، ائمہ مساجد اور دانشوران کے عظیم الشان اجلاس سے حضرت مولانا محمد شمشاد رحمانی قاسمی نائب امیر شریعت بہار اڈیشہ وجھارکھنڈ نے اپنے صدارتی خطاب کے دوران کیا۔ وہیں اس موقع پر امارت شرعیہ پھلواری شریف پٹنہ کے نائب ناظم حضرت مولانا مفتی محمد سہراب ندوی نے حضرت امیر شریعت مولانا سید احمد ولی فیصل رحمانی دامت برکاتہم العالیہ اور امارت شرعیہ کا پیغام سناتے ہوئے کہا کہ اس مجمع میں حضرات نقباؤ نائبین نقباء، علماء کرام، ائمہ مساجد، سماجی کارکنان اور دانشوران کی بڑی تعداد موجود ہے؛ جو بلاشبہ اپنے سماج اور معاشرے کا ذمہ دار طبقہ ہے،آپ حضرات کی حیثیت سماج میں رہبر، رہنما اور ذمہ دار کی سی ہے،آپ جس قدر دین پر عمل کرنے والے رہیں گے؛ عوام میں بھی اسی قدر دین پر چلنے کا رجحان پیدا ہوگا، مصیبت کی اس گھڑی میں جس ایمانی بصیرت اور دینی جرأت و حمیت کے ساتھ جینے کا حوصلہ آپ خواص حضرات کے اندر ہوگا؛ عوام بھی اسی طرح حالات کے مقابلے کے لیے آگے آئیں گے۔ جس طرح گاڑی کا ڈرائیور اپنے مسافروں کی زندگی کے تحفظ کے لیے چوکنا رہتا ہے، مسلمان کے خواص طبقے کا ہر فرد آج کے وقت میں اسی طرح مستعد اور تیار رہے۔تب جا کر ملت کے حالات بدلیں گے اور مسلمانوں کے مسائل حل ہوں گے۔ مہمان موصوف نے مساجد کے ائمہ کرام اور مدارس و مکاتب کے ذمہ داران کو مخاطب کرتے ہوئے دینی اداروں کی زمین و جائداد کے تحفظ کو یقینی بنانے کے لیے قانونی پہلو اور سرکاری ضابطوں کو اختیار کرنے پر زور دیا۔اسلامی و شرعی تعلیم گاہوں کی حفاظت کے پیش نظر دینی مکاتب کے مستحکم نظام اور مدارس اسلامیہ کو حکومت کے مطالبات سے ہم آہنگ کرنے سے متعلق تفصیل سے روشنی ڈالی۔اسی کے ساتھ موجودہ وقت میں ملت اسلامیہ کے درپیش مسائل کے حل کے لیے مختلف طریقوں و تدابیر سے حاضرین کو آگاہ کیا۔امارت شرعیہ پھلواری شریف پٹنہ سے تشریف لائے ہوئے معاون ناظم جناب مولانا احمد حسین قاسمی مدنی نے موجودہ وقت میں امارت شرعیہ کی معنویت و ضرورت پر جامع و مدلل گفتگو کرتے ہوئے کہا کہ امارت شرعیہ ملک کی چند نمائندہ تنظیموں میں سے ایک ہے؛ جو خالص شرعی نظام پر قائم کی گئی ہے، اس کی خدمات سو سالوں سے زائد عرصے پر محیط ہے۔اس تنظیم نے مسلمانوں کو جہاں دارالقضاء جیسا مضبوط و مستحکم اسلامی نظام عدل عطا کیا؛ وہیں دوسری جانب مسلک و مشرب سے اوپر اٹھ کر کلمہ واحدہ کی بنیاد پر مسلمانوں کو وحدت کی لڑی میں پرونے کا عظیم فریضہ بھی انجام دیا ہے۔ بہار اڈیشہ وجھارکھنڈ اور مغربی بنگال کے مسلمانوں پر فرض ہے کہ اکابرین کی اس سو سالہ مشترکہ امانت کی حفاظت میں اپنا کردار ادا کریں اور اکابرین کے کھینچے ہوئے خطوط پر اپنی اجتماعی زندگی گزاریں اور جب بھی امارت شرعیہ سے کوئی آواز لگائی جائے؛ تو اس پر بلا تاخیر لبیک کہیں۔موصوف نے اتحاد و اتفاق پر گفتگو کرتے ہوئے مزید کہا کہ موجودہ وقت مسلمانوں کے باہم متحد ہونے کا وقت ہے۔مسلمانوں کو ابھی ہر قسم کے انتشار سے بچنا چاہیے , دوسری جانب کنوینز اجلاس اور دھنباد کے قاضی شریعت جناب مولانا محمد شاہد قاسمی صاحب نے ملک میں امارت شرعیہ کی نمایاں خدمات کا تذکرہ کرتے ہوئے کہا کہ زمین پر کام کرنے والی تنظیموں میں امارت شرعیہ سر فہرست تنظیم ہے۔دارالقضا کی منفرد اور عظیم خدمات پر روشنی ڈالتے ہوئے آپ نے کہا کہ سرکاری عدالتوں سے فیصلے آنے میں عمریں بیت جاتی ہیں؛ جبکہ امارت شرعیہ فقط چند مہینوں میں معاملات کو کم پیسے اور کم وقت میں عدل اور انصاف کے تقاضوں کے ساتھ حل کر دیتی ہے۔واضح رہے کہ اجلاس کے تمام انتظامی امور آپ ہی کی نگرانی میں انجام پذیر ہوئے۔

ریاست مغربی بنگال پرولیا کے قاضی شریعت جناب مولانا محمد فخر الدین قاسمی نے امارت شرعیہ اور اس کی تاریخ و خدمات پر خطاب کرتے ہوئے کہا کہ اس ملک میں جب بھی ملت پر کوئی مصیبت کی گھڑی آئی ہے؛ تو یہ امارت شرعیہ کی نمایاں تاریخ رہی ہے کہ اس نے سب سے آگے بڑھ کر ملت کے مسائل کو حل کرنے میں اپنا کردار ادا کیا ہے, جبکہ اجلاس سے خطاب کرتے ہوئے آسنسول بنگال کے قاضی شریعت جناب مولانا سعید اسعد قاسمی نے حالات حاضرہ اور مسلمانوں میں پھیلی برائیوں کا تذکرہ کرتے ہوئے مسلمانوں کو دین پر عمل کرنے اور برائیوں سے خود کو محفوظ رکھتے ہوئے اپنی قیادت پر اعتماد کرنے کی تلقین کی، ضلع دھنباد کے مشہور عالم دین حضرت مولانا محمد آفتاب عالم ندوی صاحب مہتمم جامعہ ام سلمہ فردوس نگر دھنباد نے امارت شرعیہ کے اغراض و مقاصد پر کتاب و سنت کی روشنی میں بلیغانہ خطاب فرمایا اور خصوصی اجتماع میں تشریف لائے ہوئے سینکڑوں علمائے کرام، ائمہ مساجد اور مسلم دانشوران کے سامنے امارت شرعیہ کی وسیع خدمات پیش کیں اور کہا کہ جھارکھنڈ کے مسلمان گزشتہ سو سالوں سے امارت شرعیہ بہار اڈیشہ وجھارکھنڈ کے ماتحت اپنی اسلامی اور اجتماعی زندگی گزارتے ہوئے آئے ہیں اور آئندہ بھی اسی کے ساتھ پوری مضبوطی سے کھڑے ہیں۔ یہاں کے علماء کسی بھی طرح ریاست کی بنیاد پر امارت شرعیہ کی تقسیم کو تسلیم نہیں کرتے۔ یہ سراسر غیر شرعی اور ملت اسلامیہ کو کمزور کرنے والا عمل ہے ایسے عمل سے ملت کے ہر طبقے کو اجتناب کرنے کی ضرورت ہے،اس اجلاس کا آغاز جناب حافظ انوار الحق صاحب کی تلاوت پاک اور جناب حافظ ابوطلحہ صاحب کی نعت شریف سے ہوا، اختتامی اور تاثراتی کلمات دھنباد کے مشہور عالم دین حضرت مولانا اسحاق صاحب قاسمی مہتمم مدرسہ اصلاح المسلمین سرکار ڈیہ دھنباد نے پیش کیے۔اور معروف بزرگ حضرت مولانا محمد ابراہیم صاحب قاسمی مسلم یتیم خانہ دھنباد زیدہ مجدہم کی دعاء پر اس اجلاس کا اختتام ہوا،اس اجلاس کو کامیاب بنانے میں قاضی شریعت دھنباد مولانا محمد شاہد صاحب قاسمی، مولانا محمد شمیم صاحب مظاہری معلم امارت شرعیہ، مولانا محمد ظہیر الحسن صاحب شمسی، مولانا نوشاد عالم مظاہری، مولانا اسعد اللہ نیموی، مولانا علی حسین مبلغین امارت شرعیہ، مولانا شاہکار صاحب قاسمی، حاجی نوشاد خان صاحب، مولانا عالم ندوی، مولانا نظام صاحب جامع مسجد، محمد نوشاد انڈی میڈیکل، محمد نثار عالم نیتا جی اور محمد نور الاسلام صاحب کے نام اہم ہیں ان کے علاوہ بڑی تعداد میں حضرات علماء کرام، ائمہ مساجد اور دانشوران نے اس اجلاس میں شرکت فرمائی۔

دربھنگہ ضلع کے موریا اور بہیڑا میں حالیہ واقعات کا جائزہ لینے پہونچی امارت شرعیہ کی ٹیم

امارت شرعیہ بہار اڈیشہ وجھارکھنڈ پھلواری شریف پٹنہ کی جانب سے امارت شرعیہ کے قائم مقام ناظم حضرت مولانا محمد شبلی القاسمی کی قیادت میں بنی پور ڈی ایس پی، ایس ڈی او اور بہیڑہ تھانہ کے ذمہ داران سے امارت شرعیہ کے اعلی سطحی وفد نے حالیہ فرقہ وارانہ تصادم کی بابت ملاقات کی اور تمام احوال کا جائزہ لیا، امن و امان کی بحالی اور عام زندگی کو معمولات پر لانے کے تعلق سے سرکاری افسران سے تبادلہ خیال کیا گیا، خاطیوں کی سزا اور بے قصوروں کی رہائی پر بنی پور سب ڈویژن کے ڈی ایس پی اور ایس ڈی او محترم سے حادثہ کے تمام پہلوؤں پر تفصیل سے باتیں ہوئیں، عام لوگ رات میں پولس کی دبش سے خوف و دہشت میں ہیں، اس سے انتظامیہ گریز کرے اس پورے معاملے میں کسی کی بیجا گرفتاری نہ ہو اسے یقینی بنایا جائے، جو خاطی اور قصوروار ہیں ان کو سزا دی جائے، مذکورہ باتیں امارت شرعیہ کے قائم مقام ناظم مولانا محمد شبلی القاسمی اور ان کے رفیق مولانا احمد حسین قاسمی معاون ناظم امارت شرعیہ نے سرکاری افسران کے سامنے کہیں، وفد امارت شرعیہ نے جلد از جلد حالات کو پہلے جیسا بنانے کی غرض سے سرکاری انتظامیہ کو جانبین سے امن و شانتی کمیٹی بلا کر حالات کو بہتر بنانے کی ہدایت دی اور مزید قائم مقام ناظم جناب مولانا محمد شبلی القاسمی صاحب نے ڈی ایس پی سے کہا کہ آپ بنفس نفیس متاثرہ علاقوں میں جا کر لوگوں کو اطمینان دلائیں اور خوف و دہشت کے ماحول سے باہر لائیں، اس موقع پر امارت شرعیہ کے وفد نے متاثرین اور عام لوگوں سے بھی ملاقاتیں کیں، ان سے احوال معلوم کیے گئے اور امارت شرعیہ کی جانب سے ہر ممکن تعاون کا یقین دلایا گیا، اور اب تک کی گئی کاروائیوں سے انہیں مطلع کیا گیا، لوگوں کو صبر و حوصلے اور اسلامی اخلاق و کردار کے ساتھ زندگی گزارنے کی ترغیب دی گئی، واضح رہے کہ گزشتہ 14/15 فروری کو صدر تھانہ کے مڑیا گاؤں اور بنی پور بلاک کے بہیڑہ میں بالترتیب سرسوتی پوجا کے مورتی ویسرجن کے موقع پر فرقہ پسند عناصر کے ذریعے حالات کشیدہ ہو گئے تھے اور ماحول ناسازگار ہو گیا تھا، امارت شرعیہ کے مرکزی دفتر میں جوں ہی اس کی اطلاع ملی امارت شرعیہ کے قائم مقام ناظم اور اس کے ذمہ داران حرکت میں آ گئے، حالات کو قابو میں کرنے کے لیے اعلی حکام اور سرکاری افسران سے رابطے کا عمل جاری رہا، مجموعی طور پر مذکورہ دونوں مقامات پر حالات قابو میں ہیں البتہ سی سی ٹی وی فوٹیج کے ذریعہ شناخت شدہ افراد کی تلاش جاری ہے، رب کریم سے دعا ہے کہ وہ اس ملک میں امن و امان کی فضا قائم فرمائے۔

جو انسان کا شکر ادا نہیں کرتا ہے وہ اللہ کا بھی شکر ادا نہیں کرتا: مولانا شبلی القاسمی

جو انسان، انسان کا شکر ادا نہیں کرتا ہے وہ اللہ تعالی کا بھی شکر ادا نہیں کرتا یہ باتیں امارت شرعیہ بہار اڈیشہ و جھارکھنڈ کے قائم مقام ناظم مولانا محمد شبلی القاسمی نے مدرسہ اصلاح البنات سوبھن دربھنگہ میں طالبات کے سالانہ اختتامی پروگرام سے خطاب کرتے ہوئے کہی، انہوں نے کہا کہ مبارک باد کے مستحق ہیں مولانا ڈاکٹر اعجاز احمد اور ان کے رفقاء جنہوں نے اپنی انتھک جدوجہد سے ایسے مشکل حالات میں لڑکیوں کی تعلیم کیلئے بہتر نظام قائم کیا ہے جو اپنی مثال آپ ہے، وہیں دربھنگہ شہر کے قاضی شریعت حضرت مولانا مفتی ارشد رحمانی دارالقضاء امارت شرعیہ مہدولی دربھنگہ نے اپنے مختصر مگر پر مغز خطاب میں کہا کہ جس قوم کی بیٹیاں تعلیم یافتہ ہوتی ہیں اس قوم کا سر فخر سے بلند ہوتا ہے اور جس قوم کی بیٹیاں ناخواندہ ہوتی ہیں اس قوم کو ذلت و پستی کے سوا کچھ حاصل نہیں ہوتا، انہوں نے کہا کہ آپ بحیثیت مومن اپنی آبادی میں مکتب کا نظام قائم کریں، بتا دیں کہ مدرسہ اصلاح البنات سوبھن دربھنگہ میں بچوں کا تعلیمی و اسلامک کلچرل پروگرام کا انعقاد کیا گیا، جس کی صدارت پیر طریقت حضرت مولانا محمود الحسن قاسمی دامت برکاتہم نے کی، جس میں لڑکیوں کو مڈل اور اسناد سے نوازا گیا، اس اجلاس کا مقصد لڑکیوں میں تعلیمی بیداری لانا تھا، اس اختتامی پروگرام میں گجرات سے حضرت مولانا علامہ افروز شیخ الحدیث و تفسیر جامعہ نور الاسلام موئی دمن اینڈ ویپ گجرات و آسام سے مولانا مفتی امیر حمزہ قاسمی شیخ الحدیث ساؤتھ سلمارا دھوبری، آسام، ڈاکٹر اظہار احمد سابق ایم ایل اے گورا بورام، ایڈووکیٹ ممتاز عالم انصاری دربھنگہ، ڈاکٹر اعجاز احمد و، افتخار احمد دربھنگہ نیز طالبات کے گارجین حضرات کے علاوہ علاقہ کے دیگر حضرات بھی کثیر تعداد میں موجود تھے، لوگوں نے اپنے تاثرات کا اظہار کرتے ہوئے خوشی ظاہر کی اور بچیوں کیلئے دعائے خیر فرمایا، ساتھ ہی علاقے کے لوگوں نے مدرسہ اصلاح البنات کیلئے دامے درمے سخنے تعاون کا وعدہ کیا۔

Scanned with CamScanner

مساجد و مدارس کا انہدام اور مسلمانوں کے صبر و تحمل کا امتحان

ڈاکٹر سیّد احمد قادری

لوک سبھا کا انتخاب جیسے جیسے قریب آرہا ہے ویسے ویسے ملک کے حکمراں اپنی ممکنہ ناکامیوں کو یقینی کامیابی میں بدلنے کی ہر ممکن کوشش میں مصروف ہیں۔ ہمارے حکمراں اس بات سے بخوبی واقف ہیں کہ اپنے پانچ جوڑ پانچ سالہ دور اقتدار میں ملک کی غربت مٹانے، بے روزگاری ختم کرنے، مہنگائی کم کرنے، پینے کا صاف پانی مہیا کرانے، طبّی سہولیات فراہم کرانے، لوگوں کے سروں پر چھت وغیرہ جیسی بنیادی سہولیات دینے میں ناکام رہے ہیں۔ بڑھتی غربت اور بھوک مری سے نڈھال ایسے ملک کی کُل آبادی کی آدھی آبادی کو بقیہ آدھی آبادی کے دئے گئے ٹیکس کے پیسوں سے پانچ کیلو مفت راشن دے کران کی غربت اوران کے ضمیر کا بھی مذاق اڑایا جا رہا ہے۔اس بات کی کوشش نہیں کی گئی کہ انھیں روزگار مہیا کراجاتا، جس سے وہ اپنی غربت سے باہر نکل پاتے اور مفت کے اناج سے اپنی بھوک مٹانے کی شرمندگی سے بچ جاتے۔ ملک میں غربت اور بھوک مری کا عالم یہ ہے کہ جس وقت نریندر مودی کی حکومت قائم ہوئی تھی یعنی 2014ء میں عالمی سطح پر 125 مما لک کے مقابلے بھارت جہاں 55 ویں مقام پر تھا، وہیں آج وہ 111 ویں پائدان پر پہنچ کر پوری دنیا میں شرمسار ہو رہا ہے۔ ملک میں بے روزگاری کا المیہ یہ ہے کہ مودی حکومت میں 25 ہزار سے زائد نوجوانوں نے بے روزگاری سے تنگ آکر خود کو ہلاک کرلیا ہے۔ سچ تو یہ ہے موجودہ حکومت نے اپنی گزشتہ دس سالہ دور حکومت میں مختلف ریاستوں میں توڑ جوڑ کر اپنی حکومت قائم کرنے، اپنے بہت ہی خاص صنعت کاروں کو فائدہ پہنچانے نیز اپنا ووٹ بینک بڑھانے کے لئے مذہبی منافرت پھیلانے اور ملک کی شاندار گنگا جمنی تہذیب و اقدار کو دانستہ مٹانے میں مصروف رہی ہیں اور اپنی ناکامیوں کو چھپانے کے لئے جھوٹی پبلی سٹی میں اربوں روپئے پانی کی طرح بہایا ہے۔ جس کی وجہ کر آج ملک کے اوپر 1,31,100 ملین ڈالر کے قرض میں ڈوب چکا ہے۔ اتنے بڑے قرض کی ادائیگی کے لئے ملک کے عوام پر کتنا ٹیکس کا بوجھ ڈالا جائے گا، اس کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔

اب جبکہ پارلیمانی انتخاب کا اعلان ہونے ہی والا ہے ایسے میں پورے ملک میں نفرت اور دہشت کا ماحول پوری شدت کے ساتھ تیار کیا جارہا ہے۔ گزرے چند ماہ کے منظر نامے پر ہم ایک نظر ڈالیں تو ہم دیکھیں گے کہ بس ہندو مسلمان کے درمیان خلیج، رام مندر کا ڈنکا پیٹنے، جگہ جگہ مساجد، مدارس، مقبروں، درگاہوں، خانقاہوں، قبرستانوں کا انہدام یا مندر کے نام قبضہ کئے جانے، مسلمانوں کو ذلیل ورسوا کئے جانے، ان کے تشخص کو ختم کئے جانے، ان کی مذہبی آزادی کو سلب کئے جانے، مسلمانوں کی معیشت کو تباہ و برباد کئے جانے، شہریت ترمیمی قانون کا خوف دکھانے وغیرہ جیسی ہر ممکن کوششیں دیکھنے کو مل رہی ہیں۔ جن کے سہارے ہی چند ماہ میں ہونے والے لوک سبھا انتخاب میں کامیاب ہونے کا ہدف ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اس پورے دس سالہ دور حکومت میں مودی حکومت نے ایک بھی کام نہیں کیا ہے جو ملک وقوم کی فلاح و بہبود کے لئے کیا گیا ہو۔ یہی وجہ ہے کہ 17 ویں پارلیمنٹ کے آخری سیشن میں وزیر اعظم مودی اپنے گزشتہ ایام کا ذکر یا حصولیابی سے گریز کرتے ہوئے 'ریفورم، پرفورم، ٹرانسفورم' کہہ کر آگے بڑھ گئے۔ وہیں ان کے انفارمیشن اور براڈ کاسٹنگ وزیر انوراگ گپتا پارلیمنٹ کے آخری دن 'نمو۔ ہیٹرک' سے آویزاں زعفرانی شرٹ میں پریس والوں کے گزشتہ پانچ سال کی حصولیابی کے سوال پر تین حصولیابیاں، کشمیر سے 370 کا خاتمہ، طلاق ثلاثہ پر پابندی اور رام مندر کی تعمیر وافتتاح کے آگے کسی حصولیابی کا ذکر نہیں کر سکے۔ کاش کہ جھوٹ ہی سہی کچھ تو دیگر حصولیابی نکالتے۔ لیکن ان کی نگاہ میں یہی چند مثالیں ''مودی نے جو وعدہ کیا وہ پورا کیا'' ملک کی ترقی کا پیمانہ ٹھرا۔ ملک میں بڑھتی بے روزگاری اور ترقی کے لئے بڑھتی مسدود راہوں سے ناامید ہو کر ان کے دور حکومت میں اب تک بارہ لاکھ سے زائد لوگ اپنے ملک سے ہجرت کرنے پر مجبور ہوئے ہیں اور ادھر امت شاہ ملک کے مسلمانوں کو خوف زدہ کرنے اور مسلم دشمنوں کو خوش کرنے اور اپنے ووٹ بینک کے لئے شہریت ترمیمی قانون CAA کا راگ الاپ رہے ہیں۔ انتخاب سے قبل ملک کی یکجہتی اور فرقہ وارانہ ہم آہنگی کو تار تار کرنے والی شخصیات لال کرشن اڈوانی اور نرسمہا راؤ کو 'بھارت رتن' سے نوازے جانے کا اعلان کرتے ہوئے اس بات کا بھی اشارہ دے دیا ہے اس حکومت میں کس نظریہ اور اصول پر چلنے والوں کی اہمیت ہے۔ ہم اس تلخ حقیقت سے انکار نہیں کر سکتے ہیں لال کرشن اڈوانی اور سابق وزیر اعظم نرسمہا راؤ وغیرہ کی کوششوں سے ہی بابری مسجد کا انہدام ممکن ہوا اور رام مندر کا وجود سامنے آیا۔ اس رام مندر کی تعمیر اور افتتاح میں انتخاب کے پیش نظر جو جلد بازی کی گئی اور پورے ملک کو جس طرح 'رام مئے' کیا گیا اور 'پران پرتشٹھا' کا مظاہرہ پورے اشتعال کے ساتھ ملک میں کیا گیا۔ اس سے یہ تو اندازہ ہو ہی گیا کہ رام مندر کی تعمیر کے پیچھے مذہبی تقدس کے بجائے سیاسی مفاد شامل ہے۔ اس حکومت کو ایسا لگتا ہے کہ رام مندر ہی اگلے انتخاب کی نیّا پار کرائے گی۔

اپنی اس خوشی کا اظہار کرتے ہوئے وزیر اعظم یہ کہتے سنے گئے کہ پانچ سو سال بعد رام کے ساتھ انصاف ہوا ہے۔ بابری مسجد کے ملبہ پر تعمیر اس رام مندر کی 'کامیابی' نے پورے ملک کے لوگوں میں مذہبی جوش وجنون بھرنے کی کوشش کی جارہی ہے، لوگوں کے مذہبی جذبات سے کھیلا جارہا ہے اور ایسا محسوس ہوا کہ جس طرح بابری مسجد کے انہدام نے بی جے پی کو برسر اقتدار کرایا ہے۔ اسی طرز پر پورے ملک کی بہت ساری مساجد اور مدارس وغیرہ کی مسماری اور قبضہ کرنے کا سلسلہ چل رہا ہے۔ اس بڑھتے سلسلہ میں حکومت اور عدلیہ سارے قوانین کو کنارے رکھ کر پیش پیش ہے۔ اتر پردیش کے وزیر اعلیٰ یوگی آدتیہ ناتھ ہوں یا رام مندر ٹرسٹ کے خازن گووند دیوگری مہاراج وغیرہ، ان کا کہنا ہے کہ ایودھیا کے بعد اگر گیانواپی اور کرشن جنم بھومی مندر ہمیں مسلم بھائی چارے سے دے دیں تو ہم دیگر مندروں کی طرف دیکھیں گے بھی نہیں۔ مہاراج نے تو یہاں تک کہا ہے کہ غیر ملکی حملوں میں 3500 ہندو مندر توڑے گئے۔ ہمارے اوپر یہ سب سے بڑا داغ ہے۔ بابری مسجد کے انہدام کے بعد اور رام مندر کی آدھی ادھوری تعمیر کے افتتاح کے بعد پورے ملک میں مسلمانوں کی عبادت گاہوں پر حملہ اور قبضہ کئے جانے کی کوششوں میں اضافہ دیکھا جارہا ہے۔ دہلی کی 450 سال پرانی شاہی سنہری مسجد کو نقشہ سے ہی مٹانے کا معاملہ سامنے آیا ہے اسی طرح انسداد تجاوزات کے نام پر ہلدوانی کے مدرسہ اور مریم مسجد کو مسمار کر دیا گیا، جس کے نتیجے میں مسلمانوں میں غم وغصہ کا اظہار بالکل فطری تھا۔ اس پر پولیس کی بربریت سے پانچ اشخاص ہلاک اور تین لوگ شدید طور پر زخمی ہوئے ہیں۔ حالات کو بے قابو دیکھ کر وہاں کرفیو بھی لگایا گیا اور اندھا دھند فائرنگ اور مسلمانوں کی گرفتاریاں کی گئیں۔ ملک میں انتظامیہ کا احتجاج کرنے والوں کے لئے دو پیمانے ہیں اور مذہب کی بنیاد پر تفریق افسوسناک ہے۔ ملک کے طول وعرض میں مساجد، مدارس، درگاہوں، خانقاہوں، قبرستانوں کو متنازعہ بنا کر ان کے انہدام اور قبضہ کئے جانے کی کوشش شدت اختیار کرتی جارہی ہے۔ گزشتہ 2 رفروری کو جمعہ کے روز دہلی کے مہرولی علاقہ کی 600 سال قبل کی قدیم اخونجی مسجد اور مدرسہ بحرالعلوم کو جس وقت لوگ فجر کی نماز ادا کرنے جارہے تھے تجاوزات کے نام پر صرف دس منٹ کی نوٹس پر بلڈوزر سے منہدم کر دیا گیا۔ مدرسہ کے بچے اس کڑاکے کی ٹھنڈک میں بے گھر کر دئے گئے۔ ہندوستان کی راجدھانی دہلی میں G-20 کے اجلاس کے موقعہ پر متعدد مساجد انسداد تجاوزات کے نام پر منہدم ہوئیں۔ بنارس کی گیان واپی مسجد کو اپنی سبکدوشی سے قبل جج نے مسجد میں پوجا پاٹھ کی اجازت دی وہ صاف اشارہ ہے کہ ان مساجد کو اگلے انتخابات میں کامیابی کا زینہ بنانے کی کوشش ہوگی۔ گزشتہ چند ماہ میں مساجد، مدارس اور خانقاہوں وغیرہ کو ختم کرنے کی، آئین وقانون کو طاق پر رکھ کر جس طرح کوششیں کی رہی ہیں ان کی تفصیل لکھی جائے تو یہ پورا صفحہ پُر ہو جائے گا۔

افسوس اس بات کا ہے کہ ایسی عبادگاہوں کے متنازعہ مدعوں کے پیش نظر ہی آزادی کے وقت یہ طئے کیا گیا تھا کہ 15 اگست 1947ء سے قبل تک جن مذاہب کے بھی ماننے والوں کی جو عبادت گاہیں جس حال میں بھی ہیں وہ ان ہی کی رہینگی، سوائے بابری مسجد کے۔ اس لئے کہ اس مسجد کا تنازعہ اس وقت تک حل نہیں ہوا تھا اور معاملہ عدالت میں تھا۔ عام طور پر اس وقت لوگوں نے اس بات پر رضامندی ظاہر کی تھی۔ لیکن جب بابری مسجد کا تنازعہ زور پکڑنے لگا اور اس مسجد کے نام پر فرقہ واریت اور منافرت کی فضا میں اضافہ ہونے لگا تب، کانگریس حکومت کو محسوس ہوا کہ ایسے تنازعات کو ہمیشہ کے لئے ختم کیا جانا ضروری ہے۔ اسی خیال سے 11 رجولائی 1991ء کو ورشپ ایکٹ لایا گیا جو 19 رجولائی کے گزٹ میں شامل بھی ہے۔ اس وقت وہی نرسمہا راؤ ملک کے وزیر اعظم تھے، جن کی حکمرانی میں یہ قانون لایا گیا اور نافذ العمل ہوا اور یہ بھی حقیقت ہے کہ نہ صرف ان کے دور اقتدار میں بلکہ ان کی خاموش رضامندی پر ہی بابری مسجد کا 6 ردسمبر 1992ء کو انہدام ہوا۔ یہ بھی حقیقت ہے کہ اس انہدام کو جسٹس گوگوئی نے غلط ٹھرایا تھا اور اپنے 1045 صفحات کے فیصلہ میں 1991ء کے ورشپ ایکٹ کو اچھا بتایا تھا۔ توقع تھی اس بابری مسجد کے سلسلے میں سپریم کورٹ نے جو فیصلہ (انصاف نہیں) کیا تھا اس کے بعد ملک میں عبادت گاہوں کے تنازعات ختم ہو جائینگے۔ لیکن افسوس کہ بابری مسجد کے انہدام اور رام مندر کی تعمیر وافتتاح کے بعد تو فرقہ پرستوں کے حوصلے بڑھتے جارہے ہیں۔ ایسے وقت میں جب کہ 1991ء کا عبادت گاہوں کا قانون ابھی ختم نہیں ہوا ہے اس کے باوجود ملک کی عدالتیں اس قانون کو نظر انداز کر رہی ہیں اور فرقہ پرستوں کی حوصلہ افزائی کرتے ہوئے تمام حقائق وشواہد کو درکنار کرتے ہوئے ان کے حق میں فیصلے سنا رہی ہیں۔ ایسے ناگفتہ بہ حالات میں حقیقتاً مسلمانوں کے صبر وتحمل کا امتحان لیا جارہا ہے۔

ابھی ممبئ میں مفتی سلمان ازہری کی فلسطین پر ہونے والے ظلم و بربریت کے حوالے سے کی جانے والی تقریر جو قطعی طور پر قابل اعتراض نہیں تھی، کی پاداش میں گرفتار کیا گیا اور پھر جس طرح ہزاروں نوجوانوں نے پر امن احتجاج کیا، پولیس کی لاٹھیاں ڈنڈے کھائے لیکن ڈٹے رہے اور آخر کار حکومت کو سپر ڈالنا پڑی اور مولانا ازہری کو رہا کرنا پڑا۔ اگر یہاں کے نوجوان احتجاج نہ کئے ہوتے مولانا ازہری کو بھی عمر خالد، شرجیل امام وغیرہ جیسے دوسرے سیکڑوں بے گناہ نوجوانوں کی طرح جیل کی سلاخوں میں ڈال دیا جاتا۔ مسلمانوں کے ساتھ ہونے والے جانبدارانہ رویہ، تفریق اور امتیازی سلوک سے لوگ اب اپنا صبر وتحمل اور قوت برداشت کھوتے جارہے ہیں۔ اسی طرح اگر خاموش تماشائی بنے رہے تو اس کا خمیازہ، غلامی، محرومی، ناانصافیوں اور حق تلفی کے طور پر سامنے آتی رہینگی۔ ہلدوانی سانحہ کی آنچ بریلی میں بھی محسوس کی گئی اور یوگی کا متھرا کاشی مساجد وعیدگاہ کے سلسلے میں کئے جانے والے اعلان پر اپنا احتجاج درج کرانے اتحاد ملت کونسل کے سربراہ سڑکوں پر نکلے اور صاف لفظوں میں کہا کہ ہم اب کوئی بلڈوزر برداشت نہیں کرینگے جب ہم کچھ نہیں کر سکتے تو ایسی آزادی سے جیل جانا بہتر ہے۔ سربراہ کو گرفتار بھی کیا گیا لیکن بعد میں رہا کر دیا گیا۔ لیکن انھوں نے احتجاج کر حکومت کو ایک پیغام تو دے ہی دیا۔ امیر شریعت بہار، جھارکھنڈ اور اڑیسہ مولانا احمد ولی فیصل رحمانی نے بھی موجودہ حالات پر اپنی برہمی کا اظہار کیا۔ حقیقت یہ ہے کہ ایسے سنگین اور پُر آشوب دور میں بھی اگر ہمارے علماء اور دینی قائد اپنے مسلکی اختلافات کو فراموش کر اتحاد واتفاق کا مظاہرہ نہیں کرینگے تو کب کرینگے۔ اب تو پانی سر سے اونچا ہو رہا ہے۔ آخر اس ملک کے مسلمانوں کو دو نمبر کا شہری کب تک سمجھا جاتا رہے گا اور ہم کب تک خوف ودہشت میں جیتے رہیں گے۔

Scanned with CamScanner

دینی مدارس-مسلمانوں کے پاور ہاؤس

حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی

ہماری مذہبی علوم کی بڑی درسگاہیں ہماری ملت کے فرزندوں کو اسلامی علوم وتعلیمات سے گہری واقفیت رکھنے والے ایسے افراد مہیا کرتی ہیں، جو مذہبی معاملات میں نہ صرف یہ کہ ان کی ضرورت پوری کریں بلکہ وقت کے دوسرے پیچیدہ دینی معاملات میں بھی ان کی رہبری کریں، تاکہ مسلمانوں کی زندگی مذہبی طور پر مضبوط رہے۔لیکن خود مسلمانوں کے بعض دانشور حضرات ان دینی مدارس کو غیر ضروری سمجھتے ہیں، ان کے نزدیک دینی تعلیم کی ایسی اہمیت نہیں کہ اس کے لیے علیحدہ سے کوئی بڑا انتظام کیا جائے کیونکہ دین کا علم ان کے نزدیک صرف چند معمولی باتوں تک محدود ہے، جو کہ بلا کسی خاص نظم و انتظام کے خود بخود معلوم ہوسکتا ہے، ان کا یہ خیال صرف ایک سطحی خیال ہے، مسلمانوں کی زندگی میں دین ان کی زندگی کے مختلف پہلوؤں سے اور تفصیلی انداز سے تعلق رکھتا ہے، اور ان کی زندگی میں پوری وسعت رکھتا ہے، اس بات کو وہ حضرات نہیں سمجھتے، وہ مغرب کے لادینی نقطہ نظر سے سوچتے ہیں،، اور کہتے ہیں کہ دین کی تعلیم کے لیے اس کو باقاعدہ نظام دینے کی ضرورت نہیں لیکن اگر وہ ہی مان لیں تو جس طرح انسانوں کو ان کی خالص دنیاوی زندگی کے لیے میڈیکل کالجوں کی ضرورت ہے، تاکہ لوگوں کی صحت مند زندگی کے تحفظ کی اہم ضرورت پوری ہوتی رہے، اور جس طرح لاء کالجوں کی ضرورت ہے کہ حکومت وقت کے قوانین سے واقفیت رکھنے والے ماہرین پیدا ہوں اور قانونی تحفظ کا انتظام ہو، اسی طرح مسلمانوں کی دینی زندگی کو اگر صرف ایک پہلو ہی تسلیم کرلیا جائے تو بھی انہیں ہمارے ان دینی مدارس کی اہمیت کو ماننا پڑے گا، کہ اس ضرورت کے انتظام کے لیے ایسی درسگاہوں کی ضرورت ہے جہاں ان کے دینی معاملات کے ماہر تیار کئے جاسکیں، حالانکہ اسلام میں کا صرف ایک پہلو ہی نہیں، بلکہ زندگی کے تمام پہلوؤں اور مذہب زندگی کا احکام وتعلیمات رکھتا ہے، جن کے جاننے اور ان پر عمل کئے بغیر ہم زندگی کو اپنے پرودگار کے حکم کے مطابق نہیں بنا سکتے۔

دراصل مغربی فکر کے رہنماؤں کی طرف سے تعلیمی مسئلہ میں جو تصور دیا گیا، وہ ان کے یک طرفہ صرف دنیاوی تصور کا حامل ہے، ان کا نصاب جب جاری ہوا تو اس نے ایک صدی کے عرصہ میں مسلمانوں کی نئی نسل کے ذہنوں کی تشکیل میں خاصی حد تک اسی فکر ور جحان کو اپنے رنگ میں رنگ دیا جس میں صرف دنیاوی مقاصد کو ہی کافی سمجھا گیا اور چونکہ عوام الناس اپنے سطحی ذہن کے سبب دنیاوی کامیابی کو اہمیت زیادہ دیتے ہیں، اس لئے ان کو صرف حکومت کے سرپرستی والا نظام ہی اپنی ضرورت کے مطابق نظر آیا چنانچہ ملک کے عامۃ الناس اور ایسے دانشور جن کے ذہن میں آخرت کا تصور مضبوط نہیں، وہ صرف اسی نقطہ نظر کو کافی سمجھنے لگے۔اس میں دینی پہلو کی طرف بالکل توجہ نہ تھی، اس طرح مسلمانوں کی مذہبی تعلیمات اور عقائد و اقدار کے سلسلے میں جو خلاء پیدا ہورہا تھا، اس سے بچانے کے لئے ضروری تدبیر اختیار کرنے کی طرف ان دانشوروں کی توجہ نہیں ہوئی۔ اس کے تدارک کے لئے ہمارے اس دور کے علماء نے توجہ کی، اور دینی مدارس قائم کئے اور ان کی نچلی سطح پر دینی مضامین کے ساتھ رائج الوقت زبان اور معلوماتی مضامین کو بھی داخل نصاب کیا۔

پھر تعلیم کی اونچی سطح پر دینی علوم میں پختگی اور حسب ضرورت رہنمائی اور دینی تقاضوں کو صحیح طریقہ سے حل کرنے کی ضرورت کو پورا کرنے میں دینی علوم میں گہرائی اور اختصاص پیدا کرنے کی جو اہمیت ہے، اس کو کیسے نظر انداز کیا جاسکتا ہے، اس کو زائد از ضرورت سمجھنا مغربی فکر ور جحان کو اپنا لینے سے پیدا ہوا ہے، یہ اسلامی فکر وعقیدہ کے بالکل خلاف ہے اور یہ دراصل مغربی فکر کے الحادی تصور کے اثر سے پیدا ہوا ہے۔ مذہبی علوم کی مقدار اور اس میں دیئے جانے والے وقت کو گھٹانے کی جو بات کہی جاتی ہے، اس کی بنیاد دراصل مذہبی علوم کی وسعت اور ان میں اختصاص پیدا کرنے کی اہمیت کو نظر انداز کرنے کی وجہ سے ہے، ہماری مغربی نقطہ نظر کی تعلیم گاہیں جن کا نظام - دراصل مغربی سامراج کے عہد میں شروع ہوا، وہ ایسے افراد پیدا کررہی ہیں جن میں اسلامی نقطہ نظر کے اعتبار سے اس طرح کا خیال پیدا ہوجاتا ہے، وہ اگر اسلامی عقیدہ اور اس کی ساری تعلیمات کو اہمیت نہیں دیتے تو وہ کم از کم یہ تو کرسکتے ہیں کہ مذہبی درسگاہوں کی اسلامی علوم میں تخصص پیدا کرنے کے عمل کو مسلمانوں کی ایک اہم تعلیمی ضرورت سمجھ کر انہیں اپنا کام کرنے دیں، اور وہ خود اتنا تو کرسکتے ہیں کہ اپنی تعلیم گاہوں کے ابتدائی مرحلہ کی تعلیم میں دینی عقیدہ اور بنیادی احکام کے مضمون کو بھی شامل نصاب کریں۔اس کو داخل نصاب کرنے میں ان کا کوئی حرج نہیں، بلکہ ان کا شامل کرنا آغاز تعلیم میں مسلمان بچوں میں دینی بنیادوں کو مضبوط رکھنے کی ضرورت کی بنا پر بہت ہی مناسب اور ضروری ہے، افسوس یہ ہے کہ وہ دینی تقاضے کے مضامین کو اپنے نصاب میں جگہ نہیں دیتے، اور اس کے نتیجہ میں وہاں کے فیض یافتہ حضرات کی بجائے اپنے تعلیمی نظام کے اس نقص کو محسوس کرتے، وہ ہماری دینی تعلیم گاہوں کی طرف سے دینی ضرورت کو حل کرنے کا جو نظم کیا جاتا ہے اس پر اعتراض کرتے ہیں۔حالانکہ ہمارے اکثر دینی مدارس اپنے بنیادی، ابتدائی اور متوسط تعلیم کے مرحلہ میں نصاب تعلیم کے ان دونوں پہلوؤں کو جمع کرتے ہیں، اور زندگی کے تقاضوں کے حامل علوم ومعلومات کو شامل نصاب کرنے لگے میں ہیں، البتہ وہ اپنے نظام تعلیم کے اوپر کے درجات میں امت کی دینی رہبری اور دینی معاملات پر پورا عبور حاصل کرنے کی استعداد پیدا کرنے کے لائق توجہ ونظم کو اختیار کرتے ہیں، تاکہ امت کی اس پہلو کی ضرورت پوری ہو۔

ہمارے عصری علوم کی ان ابتدائی تعلیم کی تعلیم گاہوں میں اگر دونوں پہلوؤں کی ضرورت پورا کرنے کا عمل ہو تو مغربی فکر کے لائے ہوئے نظام تعلیم نے دین و دنیا کے علوم میں جو تفریق پیدا کردی ہے وہ دور کی جاسکتی ہے، اور جو کہ مسلمانوں کے تعلیمی عروج کے زمانے میں تعلیم کے دونوں پہلوؤں کے درمیان جمع کرنے کی صورت میں تھی وہ جامعیت اب بھی قائم کی جاسکتی ہے، بشرطیکہ مسلمانوں کی دینی تعلیم کی اس ضرورت کو سمجھا اور مانا جائے۔

اس کام کو عصری درسگاہیں اپنے وسیع وسائل کے ذریعہ سے زیادہ آسانی سے کرسکتی ہیں، ان کے مقابلہ میں ہماری دینی درس گاہیں بہت تنگ اور محدود وسائل رکھتی ہیں، اس لیے ان کے لیے تعلیم کی متعدد اور مختلف شاخوں کو پورے طور پر جمع کرنا خاصا مشکل کام ہے۔اس کے باوجود ہمارے دینی مدارس اپنے ابتدائی اور ایک حد تک ثانوی مرحلہ میں دینی پہلو کا حق ادا کرتے ہوئے زندگی کے دیگر لازمی تقاضوں کا لحاظ اپنے محدود وسائل کے ساتھ کچھ نہ کچھ کررہے ہیں، چنانچہ ان کے ابتدائی مرحلہ کے نصاب میں رائج الوقت زبان اور لازمی سماجی مضامین بھی پڑھائے جاتے ہیں، جس سے دین اور دنیا کے دونوں پہلوؤں کی جامعیت حاصل ہوجاتی ہے۔اس کو اگر ہمارے جدید فکر کے دانشور دیکھ لیں تو ان دینی مدارس کے متعلق انہیں صحیح رائے قائم کرنے میں مدد مل سکتی ہے۔

اس کے برخلاف رائج تعلیمی نظام میں مسلمانوں کی زندگی کی مذہبی ضرورت کو بالکل نظر انداز کردیئے جانے سے جو خلا پیدا ہوتا ہے، اس کے نتیجہ میں اسلامی عقیدہ وعمل کے لئے جو خطرہ پیدا ہوتا ہے، اس کو دھیان میں رکھتے ہوئے غیرت اسلامی کے حامل مسلمانوں نے اسی تدارک کے لیے اسلامی تشخص اور دینی تقاضے کو سامنے رکھتے ہوئے ہی یہ ضرورت سمجھی کہ دینی تعلیم کے لئے علیحدہ سے نظام قائم کیا جائے تاکہ اس کے ذریعہ صحیح دینی عقیدہ و اسلامی تصور کا جو خلا ہورہا ہے، اس کا تدارک جس حد تک بھی ہو سکے کیا جائے، اس کے لیے علماء دین مخصوص دینی مدرسے قائم کرنے پر مجبور ہوئے اور اعلیٰ تعلیم کے اعلیٰ مرحلہ میں علوم اسلامیہ کے ماہر علماء تیار کرنے کا انتظام کیا، تاکہ جدید خالص مادی فکر کے اثر سے پیدا ہونے والے اسلام مخالف اثرات کا مقابلہ کیا جاسکے، اور امت اسلامیہ کے دینی تشخص اور زندگی کے صالح تصور کو جس حد تک ہوسکے بچانے کا کام انجام دیا جاسکے، اسی ضرورت کو محسوس کرتے ہوئے سامراجی حکومت کے زمانہ میں ہمارے علماء کرام نے دینی مدرسوں کے قیام کا اقدام کیا، اور مغرب کے خالص مادی فکر کی حامل درسگاہوں سے نکلنے والوں میں جو دینی کمی ہے، اس کا تدارک ہو، اس کی بناء پر ہمارے مدارس کا یہ نظام بنا۔اب آزادی کے دور میں سہولت ہے کہ ہم جدید حالات کے لحاظ سے جو ضرورت محسوس ہو، اس کو امت اسلامیہ کے دینی تقاضے کا لحاظ رکھتے ہوئے نصاب میں شامل کریں، تاکہ امت مسلمہ کے مذہبی تحفظ کے لیے جو نظم کیا جاسکے کیا جائے، اور مسلم عوام کو ضروری دینی رہنمائی بھی ملے، جس کے ذریعہ زندگی کو اسلامی اقدار کے مطابق استوار کرسکیں، اسی فکرمندی کے باعث ملک کے علماء دین نے دینی مدارس قائم کئے جو مادی وسائل کی سخت کمی کے باوجود اہل اسلام کو ان کے دینی تقاضہ سے واقف کراتے ہیں، اس کی بناء پر عوام کی طرف سے علماء کی کوششوں کو عام طور سے سراہا اور پسند کیا جاتا ہے۔

ہمارے ان دینی مدارس پر ایک یہ اعتراض کیا جاتا کہ ان میں تعلیم حاصل کرنے والے زندگی کے دیگر تقاضوں سے صرف نظر کرتے ہیں اور ایسے افراد پیدا کرتے ہیں جو سوائے نماز روزے کے زندگی کی دوسری ضروریات کو پورا کرسکنے کی صلاحیت نہیں رکھتے، اور نہ حالات زمانہ کو سمجھنے کی صلاحیت رکھتے ہیں، لوگوں کا یہ اعتراض ان کی بے خبری کی وجہ سے ہے، انہوں نے ان مدارس سے حاصل ہونے والی صلاحیتوں کو جاننے کی کوشش نہیں کی، یہ مدارس اگرچہ خالص دینی علوم کے . لیے قائم کئے جاتے ہیں لیکن یہ ابتدائی مرحلہ کی تعلیم میں زندگی کے ضروری پہلوؤں کی تعلیم کو بھی جگہ دیتے ہیں، اور اوپر کی تعلیم میں بھی زندگی کے ضروری تقاضوں سے بھی حسب استطاعت واقف کرادیتے ہیں۔

موجودہ عہد کی یہ بات بھی سامنے رکھنے کی ضرورت ہے کہ مسلم دشمنی کا نیا رجحان مسلمانوں کے دینی شعور کو ختم کرنے کی سازش کے رجحان میں آتا ہے۔ عالمی پیمانہ پر اس امت اسلامیہ کو بے اثر بلکہ بے نام ونشان کر دینے کی کوشش ہورہی ہے، جگہ جگہ ان کے بقا اور دین کے ساتھ ان کے تعلق کو ختم کردینے کی سازشیں چل رہی ہیں، کہیں علمی وفکری میدان میں کہیں تمدنی وتاریخی میدان میں کہیں سیاسی وسماجی میدان میں ایسے ایسے فتنے کھڑے کئے جارہے ہیں کہ اگر ان کے مقابلہ کے لیے ممتاز اہل علم و اعلیٰ صلاحیت کے علماء وفضلاء تیار کرنے کا کام نہ کیا گیا، تو اس امت کے وجود کو خطرہ پیش آسکتا ہے، اس کو دیکھتے ہوئے ہمارے اعلیٰ دینی تعلیم کے اداروں کی اہمیت کو کم نہ سمجھنا چاہئے۔ ان کی حیثیت اسلامی عقیدہ وفکر کے قلعوں کی ہے، اس بات کو سامنے رکھتے ہوئے ان کی اہمیت کو سمجھنا چاہئے اور ان کو تقویت پہونچانا چاہئے۔اس کے ساتھ یہ بات بھی معلوم ہونا چاہئے کہ ہمارے ان اعلیٰ دینی تعلیم کے اداروں میں حالات حاضرہ اور موجودہ خطرات کو سامنے رکھتے ہوئے نصاب میں ترمیم واضافہ کا عمل جاری ہے۔

نعتِ نبی ﷺ

لازم ہے کہ بعد از ذکرِ خدا محفل میں کریں اذکارِ نبی ﷺ
ماں باپ کے احسانوں سے بڑا ہم پر ہے سنو اُپکارِ نبی ﷺ

گر آپ ﷺ نہ آتے دنیا میں الفت کی صدائیں اٹھتی نہیں
انسان نہ بن پاتے انساں ظلمت کی گھٹائیں چھٹتی نہیں
دنیا میں ہے جو کچھ بھی رونق ہے اس کا سبب انوارِ نبی ﷺ
لازم ہے کہ بعد از ذکرِ خدا محفل میں کریں اذکارِ نبی ﷺ

رہتا ہے ہجوم فرشتوں کا دن رات نبی ﷺ کے روضے پر
تقدیر سنورتی ہے پل میں جا دیکھ لے طیبہ میں جا کر
رحمت کی حسیں چادر میں ڈھکا رہتا ہے سدا دربارِ نبی ﷺ
لازم ہے کہ بعد از ذکرِ خدا محفل میں کریں اذکارِ نبی ﷺ

دشمن کے دلوں کو جیت لیا اخلاق کی خوشبو پھیلا کر
نفرت کا جواب دیا ہر دم الفت کی پھواریں برسا کر
قرآن کے پاروں میں روشن آتا ہے نظر کردارِ نبی ﷺ
لازم ہے کہ بعد از ذکرِ خدا محفل میں کریں اذکارِ نبی ﷺ

دنیا کی محبت چھوڑ کے تو کر عشقِ نبی ﷺ میں خود کو فنا
ہر غم سے جدا ہوجائے گا، ہر درد سے ہو جائے گا رہا
ہر ایک مرض کی ہے یہ دوا کرلے خود کو بیمارِ نبی ﷺ
لازم ہے کہ بعد از ذکرِ خدا محفل میں کریں اذکارِ نبی ﷺ

اے شہرِ مدینہ کے راہی جب جانا مزارِ اقدس پر
آقا ﷺ سے بتا دینا اتنا ہے مدح سرا تیرا حیدرؔ
اس کی ہے تمنا خواب میں ہی ہوجائے کبھی دیدارِ نبی ﷺ
لازم ہے کہ بعد از ذکرِ خدا محفل میں کریں اذکارِ نبی ﷺ

اشتیاق حیدر قاسمی سمستی پوری
خادم امارت شرعیہ پھلواری شریف پٹنہ

مسلمانوں کی معاشرتی پستی

مولانا محمد کلیم الدین کاشفی ندوی

جدید زمانہ انسانی زندگی کے ہر شعبہ پر اثر انداز ہے۔ ہمیں اس جدید دور نے نام نہاد ترقی، عارضی سکون اور راحت تو عطا کیا ہے مگر انسانی زندگی کو روحانیت اور روحانی کیف وسرور وراحت سے محروم کردیا ہے۔ کمپیوٹر کے زمانہ میں انسان کی ضرورت کی ہر چیز باسانی فراہم کی جاسکتی ہے۔ اب جدو جہد نہیں جو کسی بھی چیز کے حصول کیلئے مطلوب تھی۔ گھریلو کام سے لے کر چاند پر کمنڈ ڈالنے تک کی ضروریات کو انسان نے حاصل کرلیا ہے۔ مگر کیا اب بھی وہ سکون ہے؟ بھوکی نگاہیں، زرد چہرے، پژمردگی، احساسِ کمتری، حسرتیں، افلاس، مسائل، فسادات، تعصب، عصبیت جدید دور کی سوغاتیں ہیں۔ پھر ہمیں کیا ملا؟ کیا انسان کو اس کی منزل مل گئی؟ کیا آج کا انسان تباہی اور بربادی کے ظلمتوں میں نہیں بھٹک رہا ہے؟ کیا اسے منزل مل سکے گی؟ کیا راحتوں اور خوشیوں کے چمن پھر کھلیں۔ گے؟ ہاں! اس ظلمت میں بھی اُمید کی نوری کرنیں موجود ہیں جو مایوسی کے شب تار کو نور اور اُجالا عطا کرسکتی ہیں اور وہ نور کیا ہے؟ وہ نور آج چودہ سو سال قبل کا درخشندہ خورشید ہے، جو غارحرا سے طلوع ہوا اور پھر پوری دُنیائے انسانیت کو ہدایت کا سبق سکھایا۔ اور سکون عطا کیا جس کو کمپیوٹر کے دور کے لوگ مشینوں میں تلاش کررہے ہیں۔ زندگی کے ہر شعبہ میں عظیم تر انقلاب برپا کرنے میں تعلیمات اسلام نے قدم قدم پر انسانوں کی رہنمائی کی۔ معاشرت، تہذیب وتمدن، تجارت اور حکومت غرض کہ تمام انسانی قدروں کو بلند کرنے میں اسلام نے نمایاں کردار ادا کیا ہے۔ آج ہم ان تمام چیزوں اور انسانی قدروں پر خامہ فرسائی کرنے سے قاصر ہیں۔ یہاں ہم صرف طرز معاشرت پر اپنا قلم اُٹھانے کی جسارت کررہے ہیں۔ ہم دیکھیں گے کہ آج ہماری معاشرت کیا ہے؟ اور کل ہم کیا تھے؟ طرز معاشرت کیسی ہونی چاہئے؟ شادی بیاہ کا معیار کیا ہونا چاہئے؟ اور آج شادی کس معیار پر پہنچ گئی ہے؟ اس کا اندازہ اس آئینے میں دیکھنے کے بعد ہی ہو سکے گا جو کل ہمارے اسلاف کا طرز معاشرت کتنا شاندار تھا، نورانی اور قابل تقلید وفقر و فاقہ اور غربت وافلاس کی زندگی میں بھی اسلامی تعلیمات کو شعبہ حیات میں جاری وساری رکھتے تھے۔ ان کی مسرت اس بات پر ختم تھی کہ وہ احکام خداوندی پر عمل پیرا ہیں۔ ہر طریقہ زندگی، ہر رسم ورواج کو وہ قرآن وسنت کی روشنی میں پرکھا کرتے تھے۔ اس کیلئے اگر انہیں اپنی جان بھی دینی پڑتی تو وہ دریغ نہ کرتے۔

نام ونمود، جھوٹی شان کے جذبات ان میں مفقود تھے۔ شادی بیاہ اتنی آسان تھی کہ ہر شخص خواہ کتنا ہی افلاس کا مارا ہو، آسانی سے اس مرحلہ سے گزر جاتا تھا۔ شادی بیاہ ان کے یہاں کوئی مسئلہ تھا نہ بوجھ۔ شادی بیاہ کے معاملات انتہائی آسانی سے حل ہوتے تھے۔ اس کی مثال ہمیں عہد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں بھی ملتی ہے اور بعد کے ادوار میں بھی۔ عہد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک واقعہ ملاحظہ ہو:

ایک مرتبہ دربار رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں ایک صحابی حاضر ہوئے کہا اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں نکاح کرنا چاہتا ہوں۔ جس دوشیزہ سے نکاح کرنا مقصود تھا ان کا پتہ بھی بتایا۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کچھ مہر کیلئے بھی ہے؟ ان صحابی نے فرمایا صرف تہبند (لنگی) ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر تم نے یہ تہبند اس کو دے دیا تو پھر تمہاری پردہ پوشی کیوں کر ہوگی؟ کچھ اور تلاش کرو۔ وہ صحابی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے مطابق گئے اور پھر لوٹے، مگر خالی ہاتھ۔ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کچھ نہیں تو لوہے کی ایک انگوٹھی ہی کہیں سے لاؤ، کیا وہ بھی نہیں ملتی؟' ان صحابی کے پاس کچھ بھی نہ تھا، دنیا کا ساز وسامان تو کچھ نہ تھا لیکن روحانیت کا خزانہ تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن حکیم کی سورتوں پر ان کا نکاح پڑھا دیا۔ (ابوداؤد کتاب النکاح) سب سے بڑی بات یہ ہے کہ محسن عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی قابل احترام حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ کا نکاح ہوا تو حضرت علیؓ کے پاس ایک زرہ کے سوا کچھ نہ تھا کہ مہر میں دیں۔ اس لئے اسی کو مہر میں دے دیا۔ ان کی دعوت ولیمہ کا واقعہ بھی نہایت سبق آموز ہے۔ ان کے، پاس صرف دو اونٹنیاں تھیں۔ حضرت علیؓ نے چاہا کہ ان اونٹنیوں پر جنگل سے گھاس لاد کر لائیں اور فروخت کریں اور اس سے ملنے والی رقم سے دعوت ولیمہ کریں۔ ابھی حضرت علیؓ اسی سامان میں مصروف تھے کہ حضرت حمزہؓ اونٹنیوں کو ذبح کرڈالا۔ حضرت علیؓ نے دیکھا تو ان کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے یہ تو تھا ہمارے اسلاف کا طریقہ۔ آج سب سے بڑا المیہ یہ ہے کہ ہم نے اسلامی تعلیمات کو فراموش کردیا ہے۔ ہماری معاشرت، تہذیب وتمدن سب کچھ اس جدید دور اور کھوکھلی تہذیب کا شکار ہوگئی ہے۔ غزوات اور جہاد میں زخموں کے نشانات پر فخر کرنے والے آج جدیدت کے شکار ہو گئے ہیں۔ ڈسکور پسندیدہ شعار ہو گیا۔ ہماری تہذیب، تمدن، معاشرت، اخلاق وعادت، رسم ورواج سب ڈسکو ہوگیا ہے۔

زندگی کے ہر گوشے میں ہمیں ڈسکویت کی کارفرمائی نظر آتی ہے۔ Discoism جدید دور کا نشان ہوگیا ہے۔ ہماری ہر ادا ڈسکو ہوگئی ہے۔ شادی بیاہ، رسم و رواج خاص کر اس کی نذر ہو گئے ہیں۔ شادی بیاہ اسی Discoism کی وجہ سے مہنگی اور ناقابل برداشت بوجھ بن گئی ہے۔ والدین کیلئے بیٹی کا سن بلوغ سوہان روح ہوگیا ہے۔ ایک پتھر کی سل ہے جو اُٹھائے نہیں اُٹھتی۔ تلک، مہر، جہیز، سلامی کی رقم، تحفے تحائف کی بڑی مقدار، شادی کا معیار ہوگئی ہے۔ لالچ، جھوٹی شان وشوکت، انانیت، نفس پرستی اور عیش پرستی نے شریعت مطہرہ کی دھجیاں بکھیر دی ہیں۔ سامان جہیز نہ ہونے کی وجہ سے کتنی ایسی ہیں جو خودسوزی پر مجبور ہیں۔ کتنے ایسے والدین ہیں جن کی خوشیوں کو سلامی اور جہیز کی مانگ نے پامال کردیا ہے۔ امراء کے یہاں شادی کا معیار اور بھی اونچا ہے۔ منڈپ، چراغاں، لاؤڈ اسپیکر، کیمرے، ویڈیو فلم، آتش بازیاں، ناچ رنگ، جہیز کی نمائش کا معقول انتظام فضولیات کی نذر ہو جاتے ہیں اور پتہ بھی نہیں چلتا کہ اس معقول رقم کو کن کن نا معقول کاموں میں لگا دیا گیا ہے۔ کتنی سنتوں کو پامال کیا گیا؟ کتنے فرائض سے منھ موڑا گیا؟ اور کتنے غرباء کے جذبات کو ٹھیس پہنچایا گیا؟ آج صندلی لکڑی کا پلنگ، ٹی وی، فریج، جوڑوں کی کثرت، موٹر سائیکل، پلاٹ ہمارا جہیز ہوگیا ہے۔

دعوت ولیمہ پرشکوہ، کئی کئی گلیوں سے پکوان کی خوشبو اور نمائشی دعوت، غریب لوگوں سے محروم دعوت ولیمہ بے کس ومجبور رشتہ داروں کی حسرت بھی نگاہوں والی دعوت ولیمہ، دعوت دی جاتی ہے تو ہوٹل کی طرح اس دعوت کا بل بھی وصول کیا جاتا ہے۔ دعوت شروع ہونے سے قبل خمیازہ کی بھگتان کی تیاری دونوں طرف شروع ہو جاتی ہے۔ ہوشیار اور بھروسے کے لائق فرد کو بٹھایا جاتا ہے۔ چند کرسیوں اور دوستوں کے ساتھ جو اس شخص کو مضحکہ خیز نظروں سے دیکھتے ہیں، جس نے بہت تھوڑے روپے خمیازہ ادا کیئے ہوں۔ ہمارے قائد اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کیا تھیں؟ اور ہم کہاں ہیں؟ ہماری منزل کیوں دور ہوگئی؟

یہ کیسے مسلمان ہیں یارب! جو دین کی عظمت بھول گئے
کلمہ تو زبانی یاد رہا، کلمہ کی حقیقت بھول گئے

پہلے ویسا کوئی پیدا تو کرے قلب سلیم

مفتی محمد یونس ندوی

دنیا وآخرت میں انسان کی کامیابی وکامرانی کا انحصار قلب کی اصلاح پر موقوف ہے قیامت میں وہی شخص کامیاب و بامراد ہوگا جو قلب سلیم لے کر آئے گا۔ ارشادِ خداوندی ہے: يَوْمَ لَا يَنْفَعُ مَالٌ وَلَا بَنُونَ، إِلَّا مَنْ أَتَى اللَّهَ بِقَلْبٍ سليم جس دن نجات کے لئے نہ مال کام آئے گا نہ اولاد مگر وہ شخص کامیاب ہوگا جو اللہ کے پاس کفر وشرک، حب جاہ وحب مال، ریا ونمود، حسد وجلن، طلب شہرت وریا کاری، دنیاوی اغراض ومفادات سے پاک دل لے کر آئے گا۔ قلب سلیم کے لفظی معنی تندرست دل کے ہیں۔ عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اس سے مراد وہ قلب ہے جو کلمہ توحید کی گواہی دے اور شرک سے پاک ہو کیوں کہ حقیقی اصلاح جس سے قلب وروح کی تکمیل ہوتی ہے وہ قلب وروح کی توحید ہے:

خرد نے کہہ بھی دیا لا الہ تو کیا حاصل
دل و نگاہ مسلماں نہیں تو کچھ بھی نہیں

قلب تمام اعضاء کا بادشاہ وسردار ہے اس کی درستگی پر تمام اعضاء کی درستگی کا مدار ہے اور ہمارے تمام اعمال بھی قلب ہی کے تابع وزیر اثر ہیں جب تک قلب میں تغیر نہ ہوگا۔ اعمال میں تغیر پیدا نہیں ہوسکتا۔ ایمان کا مقصد اسی قلب کی اصلاح ہے اگر یہ درست تو تمام بدن درست اور یہ خراب تو سب کچھ خراب۔ ارشاد نبوی ہے: اَلا وَإِنَّ فِي الْجَسَدِ مُضْغَةً إِذا صَلُحَتْ صَلُحَ الْجَسَدُ كُلُّهُ وَإِذَا فَسَدَتْ فَسَدَ الجَسَدُ كُلُّهُ أَلَا وَهِيَ الْقَلْبُ (بخاری ومسلم) جان رکھو کہ بے شک بدن میں گوشت کا ٹکڑا ہے جب وہ ٹھیک رہتا ہے تو سارا بدن ٹھیک رہتا ہے اور جب وہ بگڑ جاتا ہے تو سارا بدن بگڑ جاتا ہے۔ یادرکھو وہ دل ہے۔

حدیث پاک کا مطلب یہ ہے کہ تقوی صرف ظاہری صفائی کا نام نہیں۔ تقویٰ کا مقام دل ہے، جب ایمان و یقین دل میں رچا اور اس کی رضامندی کا خوف جی میں سمایا تو آنکھ، کان، ہاتھ، پاؤں سب خود بخود سنور جاتے ہیں اور اگر دل میں غیر اللہ کو جگہ ملی تو تمام بدن بگڑ جاتا ہے۔ آنکھ غلط دیکھتی ہے، کان مغنیہ ورقاصہ کی آواز پر عش عش کرتے ہیں۔ زبان لقمہ حرام چٹ کر جاتی ہے نہ موت کی فکر ہوتی ہے اور نہ قیامت کا کچھ ڈر وخوف ہوتا ہے۔ لہذا بہت ضروری ہے کہ ہم جھوٹ، غیبت، وعدہ خلافی، اتہام، بدگمانی، چغل خوری، دورخہ پن، جھوٹی قسمیں، چوری، غصب، خیانت، ناپ تول میں کمی، بخل، حرص وطمع، مال ومتاع سے غیر معمولی محبت اور دیگر امراض قلبیہ سے اجتناب کرتے ہوئے ایمان ویقین، معرفت خداوندی کو قلب میں جاگزیں کریں اور خدا کی بڑائی کا یقین دل میں ایسا پیدا کریں جتنے وہ بڑے ہیں۔ خدا کی بڑائی و کبریائی کا یقین ہر وقت متحضر رہے اور تمام دنیا کے انسانوں کے نابینا اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بینا ہونے کا دل میں یقین پیدا کریں۔ اگر ہم ایسا کرلیں تو دنیا وآخرت میں شان وشوکت رفعت و بلندی، چین وسکون، راحت واطمینان نصیب ہوگا:

چاہتے سب ہیں کہ ہوں اوج ثریا پر مقیم
پہلے ویسا کوئی پیدا تو کرے قلب سلیم

حفاظت کا قلعہ

اللہ تعالیٰ نے ''معوذتین'' کی شکل میں اس اُمت کو حفاظت کا ناقابل تسخیر حصار عطاء فرمایا ہے، افسوس کہ مسلمان ان دو عظیم الشان سورتوں کے فضائل سے غافل اور ناواقف ہیں؛ حالانکہ سورۂ فلق میں ہر جسمانی شر اور آفت سے حفاظت کا نظام موجود ہے اور یہ سورت رزق کی برکت اور کثرت کیلئے اکسیر ہے جب کہ سورۂ ناس میں ہر قلبی، دینی، روحانی شر اور آفت سے حفاظت کا مکمل نظام موجود ہے، سورۃ الفلق دنیوی نقصانات سے بچانے کا ذریعہ ہے؛ جب کہ ''سورۃ الناس'' دینی نقصانات سے حفاظت کا سامان کرتی ہے۔

دنیا کا کوئی شر کوئی اندھیرا، کوئی کالی سفلی، کوئی جادو، کوئی حسد، کوئی خناس، کوئی وسوسہ کوئی شبہ اور کوئی آفت ان دو سورتوں کے سامنے نہیں ٹک سکتی (ماخوذ)

Scanned with CamScanner

عقل مندی کا تقاضا

مولانا سید عبداللہ حسنی ندویؒ

موجودہ دور بہت عجیب وغریب دور ہے، اس دور میں عقل کا خوب چرچا ہے، مگر بے عقلی کی باتیں زیادہ ہیں، اس زمانہ میں لوگوں کا کہنا یہ ہے کہ ہر شخص عقل مند ہے، یہاں تک کہ اس دور کے بچے بھی ایسی باتیں کرتے ہیں اور ایسے سوالات کرتے ہیں جن سے خود بڑے پریشان ہیں کہ ایک چھوٹا بچہ یہ باتیں کیسے پوچھ رہا ہے؟ لیکن واقعہ یہ ہے کہ اس دور کے بڑے اتنی بے عقلی کر رہے ہیں، معلوم ہوتا ہے ان کو جو عقل بچپن میں ملی تھی وہ بھی کھو چکے ہیں، اس ناحیہ سے دیکھا جائے تو یہ دور واقعی بہت عجیب وغریب دور ہے، ایک طرف ظاہر میں پڑھے لکھے لوگوں کی تعداد زیادہ ہے، لیکن پڑھے لکھے ہوکر جہالت میں مبتلا تعداد بھی اتنی ہی ہے، جس کو یہ کہا جاسکتا ہے کہ عقل مندی میں حماقت ہے اور پڑھے لکھے ہوکر جاہل ہیں، اور یہ کام بڑا نازک ہے کہ عقل منداور پڑھے لکھے شخص کی جہالت کو دور کیا جائے، تاریخ میں ایسے بہت سے بادشاہ گزرے ہیں جن کے متعلق تاریخ نویسوں نے لکھا ہے: العاقل المجنون یعنی وہ عقل مندی کی باتیں کرتے تھے مگر بعض اوقات ایسے کام کرتے تھے، جن سے ان کا پاگل ہونا ظاہر ہوتا تھا، اسی طرح اس زمانہ میں بھی ایسے بہت سے لوگ ہیں جو اپنی ذاتی زندگی کی بات کرتے ہوئے عقل مند نظر آتے ہیں، لیکن جب وہی لوگ انسانی سطح پر سماج میں بات کرتے ہیں تو بالکل بے عقل معلوم ہوتے ہیں۔

عقل کا صحیح استعمال بہت ضروری ہے، اس کا حق یہ ہے کہ اس کو بند کر کے نہ رکھا جائے اور غلط استعمال نہ کیا جائے، ورنہ آج کل ایسا ماحول بنایا جا رہا ہے کہ آپ عقل کا صحیح استعمال نہ کرسکیں، گویا اس وقت پوری دنیا میں یہ (Brain Washing) برین واشنگ ہو رہی ہے کہ عقل کو ایسا بنا دو کہ سوچنے کی صلاحیت ہی نہ رہ جائے، اس لیے ہم میں سے ہر ایک کو بہت ہوشیار رہنا چاہیے، اور ہر جگہ اپنی عقل کو صحیح طور پر استعمال کرنا چاہیے، کیونکہ اگر کوئی چیز استعمال نہیں کی جاتی تو اس کا نفع ختم ہو جاتا ہے، لیکن عقل کے استعمال میں یہ خیال ملحوظ رکھنا ضروری ہے کہ وہ استعمال برمحل ہو، ورنہ بسا اوقات غیر محل پر عقل استعمال کرنے کا نتیجہ بھی بڑا سنگین ہوتا ہے۔ موجودہ دور میں بے عقل باتوں کی مثال ایسی ہی ہے جیسے کہا جائے کہ کوا کان لے گیا اور تمام لوگ اس کوے کے پیچھے پڑ جائیں، اور اپنے کان پر ہاتھ پھیر کر نہ دیکھیں، تاکہ پتہ چل سکے کہ کان ہے یا واقعہ کوا لے گیا، ٹھیک یہی صورت حال آج ہمارے معاشرہ کی ہوگئی ہے، نوبت یہاں تک پہنچ گئی ہے کہ اگر اخبار میں کوئی بے بنیاد خبر اچھے قالب میں چھپ جائے تو تمام لوگ اسی پر اعتماد کر لیتے ہیں، اور حقیقت سے باخبر ہونے کی فکر نہیں کرتے ہیں، جب کہ اللہ تعالی نے انہیں مواقع کے لیے عقل کی نعمت عطا کی ہے، تاکہ آدمی اپنی عقل استعمال کر کے صورت حال کا صحیح اندازہ لگا سکے۔

اس حقیقت سے کسی کو انکار نہیں کہ انسانی سماج میں تعلیم کا جذبہ ہونا بہت ضروری چیز ہے، واقعہ یہ ہے کہ تعلیم ایک نور ہے جس سے معاشرہ میں روشنی پھیلتی ہے، اگر کوئی شخص اس حقیقت کا انکار کرتا ہے تو ظاہر ہے وہ بے عقلی کا ثبوت دیتا ہے، لیکن اس تعلیم کے لیے یہ شرط ہے کہ اس کے اوپر غلاف نہ چڑھایا جائے، یعنی اس کی روشنی کو بند کر کے عام نہ کیا جائے، بلکہ اس کی روشنی کو کھلا رکھا جائے، موجودہ دور میں تعلیم کا دور دورہ ہونے کے باوجود بھی تعلیم یافتہ طبقہ کی طرف سے بے عقلی کی باتیں سامنے آنے کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ ان کی تعلیم پر ایک غلاف چڑھا ہے، جس کی وجہ سے تعلیم کی روشنی سماج میں نظر نہیں آ رہی ہے اور لوگ تاریکی کی طرف بڑھتے جا رہے ہیں، اور بسا اوقات اس سلسلہ میں ایسے نمونے سامنے آتے ہیں، جن کو دیکھ کر ایک جاہل بھی پناہ مانگے، بطور مثال ڈاکٹری شعبہ کو لے لیا جائے جو کہ انسانیت کی خدمت کا بہت اچھا طریقہ ہے، لیکن آج اس شعبہ کی عمومی صورت حال ایسی ہوگئی ہے جس کا انسانیت سے کوئی تعلق نہیں ہے، کتنے ایسے سنگ دل ڈاکٹر ہیں جو پریشان حال مریضوں کے گردے ٹھیک کرنے کے بجائے نکال ہی لیتے ہیں، اس سے یہ بات پتہ چلتی ہے کہ گرچہ اس زمانہ میں لوگ پڑھ لکھ گئے ہیں اور یہ زمانہ ترقی کا ہے، لیکن یہ پڑھائی لکھائی اور ترقی درحقیقت جاہلیت کے غلاف میں ہے، اور ظاہر ہے جب پڑھا لکھا آدمی بگڑنے پر آتا ہے تو وہ شیطان کے بھی کان کاٹتا ہے۔

اس لیے تعلیم کے میدان میں انسانیت کی خدمت پیش نظر رکھنا چاہیے، اور یہ سمجھنا چاہیے کہ ہماری پڑھائی لکھائی کا مقصد صرف حصول زر نہیں ہے، اگر صرف دولت کمانا ہی مقصد ہوتا تو بغیر پڑھے لکھے بھی اس مقصد میں کامیابی ممکن تھی، لیکن ہماری تعلیم کا مقصد دراصل انسانیت کی بے لوث خدمت ہے اور دوسروں کی راحت وسکون ہے، واقعہ یہ ہے کہ اگر ہماری ذہنیت ایسی بن جائے تو تڑپتی انسانیت کو سکون نصیب ہو جائے، آج ہر شخص پریشان ہے، اور ہر شخص کو یہ شکوہ ہے کہ ڈاکٹروں کی نگاہ لوگوں کی جیب پر ہوتی ہے، ان کو خدمت خلق سے کوئی مطلب نہیں ہوتا ہے، ان کا مقصود علاج کرنا نہیں، بلکہ دولت بٹورنا ہے، اور اسی طرح جو لوگ سرکاری آفسوں میں بیٹھے ہوئے ہیں، وہاں پر لوگوں کو یہ شکایت ہے کہ یہاں کے افسران اصلاً لوگوں کا کام کرنے کے لیے نہیں بیٹھے ہیں، بلکہ لوگوں کی بھاری بھاری رقمیں ہڑپنے کے لیے بیٹھے ہوئے ہیں اور ان افسران کی نظر لوگوں کی پریشانیوں پر نہیں ہوتی ہے، بلکہ ان کی نگاہ ان کی جیب پر ٹکی رہتی ہے۔ اگر دنیا کا عمومی جائزہ لیا جائے تو معلوم ہوگا کہ واقعی آج پڑھنا لکھنا بہت ہوگیا ہے، اور اس وقت اتنے کالج ہیں کہ شاید دنیا کی تاریخ میں حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر اس وقت تک اتنے کالج نہ ہوئے ہوں لیکن اس کے باوجود اس زمانہ میں انسانیت کے خلاف اتنا کام ہو رہا ہے اور اتنی جہالت پھیل رہی ہے، جو شاید حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر اس وقت تک اتنی نہ پھیلی ہو، بس فرق اتنا ہے کہ اب جہالت پڑھی لکھی ہے، پہلے جہالت خالص جہالت تھی، لیکن اب up to date جہالت ہے، ظاہر میں عمدہ لباس ہے اور پڑھا لکھا آدمی ہے لیکن اندر سے ڈاکو ہے، یا یوں کہہ لیں کہ اندر سے چیتا یا سانپ ہے۔

تعلیمی میدان میں ایک بات یہ بھی پیش نظر رکھنا ضروری ہے کہ ہم جو تعلیم نئی نسل کو دے رہے ہیں، اس کی تاثیر کیا ہے؟ اس دور کا یہ بھی ایک المیہ ہے کہ آج سرکاری کالجوں میں جو تعلیم دی جا رہی ہے، اور جو باتیں سکھائی جا رہی ہیں، وہ تعلیم نہیں بلکہ درحقیقت ایک زہر ہے، جس سے پوری انسانیت زہر آلود ہوتی جا رہی ہے۔

عقل مندی کا ایک دوسرا تقاضا یہ ہے کہ ہم اپنے معاشرہ کی اصلاح کی فکر کریں، آج سماج میں ایسی بے شمار خواتین ہیں جن کو جلایا جا رہا ہے، اسی طرح نہ جانے کتنے ایسے بوڑھے ماں باپ ہیں جن کو انہیں کے گھروں سے دھکے دے کر نکالا جا رہا ہے، اگر غور کیا جائے تو اس گندے ماحول کی بھی بنیادی وجہ یہی ہے کہ تعلیم کے پھل کڑوے نکل رہے ہیں، اور عقل کو اس کے غیر محل پر استعمال کیا جا رہا ہے، اور سب سے بڑھ کر یہ کہ مغربی تہذیب حد درجہ محبوب ہوگئی ہے، آج حال یہ ہوگیا ہے کہ لوگ مغربی تہذیب پر ایسے نچھاور ہیں کہ اپنے ملک کی تہذیب کو فراموش کرنے پر راضی ہیں، جب کہ خود مغربی اقوام کا حال یہ ہے کہ وہ خود اپنی تہذیب سے پریشان ہیں۔ اس وقت پوری دنیا حقیقی امن وسکون کی تلاش میں ہے، ہر کسی کی خواہش ہے کہ وہ خوشی کی زندگی بسر کرے، لیکن افسوس کی بات ہے کہ آج انسان کے دل کی خوشی ختم ہوگئی ہے، اور یہ طے ہے کہ جب تک دل خوش نہیں ہوگا، اس وقت تک کسی بھی چیز میں مزا حاصل نہیں ہوسکتا، اسی لیے کتنے ایسے لوگ ہیں جن کے پاس پیسے کی بے انتہا دولت ہے، مگر ان کو حقیقی سکون میسر نہیں ہے، جب کہ وہ یہ چاہتے ہیں کہ کسی بھی طرح ان کو سکون نصیب ہو جائے، لہٰذا ایسے حالات میں دانشور طبقہ کی یہ ذمہ داری ہے کہ تعلیمی میدان میں اصلاح کی کوشش کرے، انسانیت کی خدمت کے جذبہ کو فروغ دے اور دنیا کو حقیقی امن وسکون سے آشنا کرائے، جب لوگوں یہ حقیقی سکون نصیب ہوگا تو معاشرہ سے وہ تمام متعفن چیزیں خود بخود دور ہو جائیں گی، جن سے آج ہر انسان کڑھن محسوس کر رہا ہے۔

(بقیہ: دینی مسائل)

"عن ابی هريرة ان النبی صلی الله عليه وسلم قال ليس بينی وبينه نبی يعنی عيسیٰ، وانه نازلٌ فإذا رأيتموه فاعرفوه، رجل مربوع الى الحمرة والبياض بين مُمصّرتين، كأن رأسه يقطر، وإن لم يصبه بللٌ، فيقاتل الناس على الإسلام فيدق الصليب، ويقتل الخنزير ويضع الجزية، ويهلك الله فی زمانه الملل كلها إلا الإسلام، ويهلك المسيح الدجال، فيمكث فی الأرض أربعين سنة ثم يتوفی فيصلی عليه المسلمون" (ابو داؤد: ۴۳۲۴)

مذکورہ احادیث کی روشنی میں حضرت مہدی اور حضرت عیسیٰ مسیح سے متعلق آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی جو پیشین گوئیاں ہیں، ان میں سے کوئی بھی بلکہ اس کی بو بھی اس ملعون شکیل بن حنیف کے اندر نہیں پائی جاتی، ایک تو اس کا نام شکیل ہے، اس کے باپ کا نام حنیف ہے، عثمان پور، رتن پورہ، دربھنگہ کا رہنے والا ہے، دہلی سے مہدیت ومسیحیت کا دعویٰ کیا، مہاراشٹرا کے اورنگ آباد میں روپوش ہے، اس کا مہدی اور مسیح ہونے کا دعویٰ کرنا خود اس بات کی دلیل ہے کہ وہ مہدی ومسیح نہیں ہے، کیوں کہ حضرت مہدی اپنے مہدی ہونے کا اور حضرت عیسیٰ ابن مریم اپنے آپ کو مسیح ہونے کا دعویٰ نہیں کریں گے، پھر یہ کہ مہدی اور مسیح دونوں الگ الگ شخصیتین ہیں، حضرت مہدی مدینہ سے سفر کر کے عیسائیت کو ختم کرتے ہوئے دمشق پہونچیں گے، جبکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا دمشق کے مشرقی منارہ پر آسمان سے اتریں گے، حضرت مہدی امامت کریں گے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام ان کی اقتداء میں نماز پڑھیں گے: "قال رسول الله صلی الله عله وسلم ينزل عيسیٰ ابن مريم فيقول اميرهم وفی رواية اميرهم المهدی تعال صل بنا الخ" (مسلم: ۳۹۵، سلسله احاديث صحيحه: ۳۶۳۴)

☆ مہدی حضرت محمد بن عبداللہ کا لقب ہے اور مسیح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا لقب ہے۔

☆ حضرت عیسیٰ علیہ السلام حضرت مریم کے بطن سے ہیں ان کا کوئی والد نہیں اسی لئے ان کو عیسیٰ ابن مریم کہا جاتا ہے، جبکہ حضرت مہدی کے والد ہوں گے ان کا نام عبداللہ ہوگا۔

☆ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل میں پیدا ہوئے اور حضرت مہدی آل رسول میں قرب قیامت مدینہ پاک میں پیدا ہوں گے۔

☆ حضرت عیسیٰ ابن مریم اللہ کے نبی ورسول ہیں جبکہ حضرت محمد بن عبداللہ امت محمدیہ کے آخری خلیفہ راشد ہیں۔

☆ حضرت مہدی کی آمد پہلے ہوگی، اس کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول ہوگا۔

☆ حضرت مہدی خلیفہ بننے کے بعد سات سے نو سال تک زندہ رہیں گے، اس کے بعد ان کی وفات ہوگی، حضرت عیسیٰ علیہ السلام ان کی نماز جنازہ پڑھائیں گے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام نزول کے بعد چالیس سال تک زندہ رہیں گے، شادی کریں گے، پھر ان کی وفات ہوگی اور نماز جنازہ کے بعد حجرہ عائشہ میں دفن کئے جائیں گے۔

اس واضح فرق کے بعد ایک ہی آدمی مہدی اور مسیح کیسے ہوسکتا ہے، لہٰذا شکیل بن حنیف کا یہ دعویٰ کہ ہم ہی مہدی بھی ہیں اور مسیح بھی سراسر جھوٹ پر مبنی دعویٰ ہے، جس سے قرآن وحدیث کو جھٹلانا اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے واضح ارشادات کا انکار کرنا لازم آتا ہے اور ایسا شخص کبھی مومن نہیں ہوسکتا، چہ جائے کہ وہ مہدی اور عیسیٰ ہو، پھر یہ ملعون شخص مہدی اور مسیح ہو ہی نہیں سکتا، کیوں کہ مہدی آل رسول سے ہوں گے، ان کا نام محمد اور والد کا نام عبداللہ ہوگا، مدینہ کے رہنے والے ہوں گے، مکہ میں ان کے ہاتھ پر خلافت کی بیعت ہوگی، حضرت مہدی اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں دجال قتل ہوگا، عیسائیت، یہودیت، کفر اور اسلام کے علاوہ جتنے بھی مذاہب ہیں سب کا خاتمہ ہو جائے گا، ہر طرف اسلام کا بول بالا ہوگا، مال کی فراوانی ہوگی، کوئی صدقہ وخیرات لینے والا نہیں ہوگا، ظلم وزیادتی ختم ہوگی، ہر طرف عدل وانصاف ہوگا، کسی کو کسی سے کوئی خوف وڈر نہیں ہوگا اور یہ سب حضرت مہدی کی آمد کے نو سال کے عرصہ میں ہو جائے گا، جبکہ اس ملعون شکیل بن حنیف کے دعویٰ مہدیت ومسیحیت کئے ہوئے تینتیس چونتیس سال کا عرصہ ہو رہا ہے، یہ دجال کو قتل کیا کرے گا یہ خود دجال بنا بیٹھا ہے اور قتل کے ڈر سے چھپا پھرتا ہے، ظلم وزیادتی کو ختم کیا کرے گا مسلمان اس سے زیادہ مظلوم کبھی رہا ہی نہیں ہے، عدل وانصاف کیا بحال کرے گا، مسجدوں کو توڑ کر مندر میں تبدیل کیا جا رہا ہے، یہودیت، عیسائیت اور کفر کو ختم کیا کرے گا یہ خود کافر ہے اور بھولے بھالے مسلمانوں کو بھی کافر بنا رہا ہے۔

ایسے کذاب ملعون اور اس کے متبعین کے بارے میں حضرات علماء کرام ومفتیان عظام کا متفقہ فیصلہ ہے کہ یہ سب کے سب قرآنی آیات اور فرمان مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے انکار کی وجہ سے مرتد اور خارج از اسلام ہیں، ان مرتدین کی نہ تو نماز جنازہ پڑھی جائے گی اور نہ ہی مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کیا جائے گا، مسلمانوں پر لازم ہے کہ ایسے لوگوں سے اپنے تمام تعلقات ختم کریں خود بھی اس فتنہ سے بچیں اور دوسرے مسلمانوں کو بھی بچائیں۔

Scanned with CamScanner

قرآن مجید کا تصور عدل اور معاشرتی امن وامان

ڈاکٹر ظفر الاسلام اصلاحی

بلاشبہ قرآن مجید تمام انسانوں کے لئے صحیفۂ ہدایت ہے، وہ انسان کو وہ راہ دکھاتا ہے جو اس دنیا میں اور بعد میں آنے والی زندگی میں کامیابی تک پہنچانے والی ہے، یہ کتاب الٰہی پیغام انسانیت کا مجموعہ ہے، اس میں تمام لوگوں کے دکھوں کا درماں ہے اور یہ سب کے لئے نسخۂ کیمیا ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ''ماہ رمضان وہ ہے جس میں قرآن نازل کیا گیا جو لوگوں کے لئے ہدایت ہے اور جس میں ہدایت اور حق و باطل کی تمیز کی نشانیاں ہیں'' (البقرہ:۱۸۵)

''اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِيْنَ'' (التکویر:۲۷) یہ تو بس تمام دنیا والوں کے لئے یاددہانی ہے)

قرآن کریم کی تعلیمات اور ہدایات کو اگر دو بڑے حصوں میں تقسیم کیا جائے تو یہ کہا جا سکتا ہے کہ یہ اللہ کے حقوق اور اللہ کے بندوں کے حقوق سے تعلق رکھتی ہیں، دوسرے لفظوں میں یہ کتاب الٰہی یا تو اس بات کی وضاحت کرتی ہے کہ ایک انسان کا اپنے خالق و مالک اور پروردگار و پالنہار سے کس نوع کا تعلق ہونا چاہئے اور اس تعلق کو کیسے مضبوط کرنا چاہئے یا اس باب میں رہنمائی فراہم کرتی ہے کہ ایک انسان کا اپنے جیسے دوسرے انسانوں سے کس طرح کا سلوک و برتاؤ ہونا چاہئے، قرآن میں متعدد مقامات پر دونوں تعلقات کو درست و مضبوط کرنے کی ہدایت ساتھ ساتھ دی گئی اور اس سے یہ نکتہ بھی ابھرتا ہے کہ جو شخص اپنے خالق و مالک کو اچھی طرح پہچان لے گا، اس کے ساتھ اپنے تعلق کو مضبوط کرلے گا، اس کے لئے یہ ممکن ہی نہیں کہ وہ اللہ کے بندوں کے حقوق سے بے پرواہو جائے، ان سے اپنا رشتہ توڑ لے اور ان کے ساتھ زیادتی و ناانصافی کرے، اس لئے کہ ایسا کرنا اپنے مالک کو ناراض کرنا ہوگا، جسے وہ کبھی نہیں پسند کرے گا۔

قرآن کریم میں انسانی حقوق میں جس پر سب سے زیادہ زور دیا گیا ہے وہ ہے عدل کے اصولوں کو اپنانا اور انصاف کے تقاضوں کو پورا کرنا، قرآن کی نگاہ میں انصاف کے بغیر نہ تو سماجی نظام مضبوط ہو سکتا ہے اور نہ سماج میں رہنے والوں کی زندگی خوشگوار اور پرسکون بن سکتی ہے، قرآن میں جس پرزور انداز میں انصاف برتنے کی تعلیم دی ہے اس سے یہ واضح ہوتا ہے کہ یہ محض اخلاقی تعلیم نہیں، بلکہ یہ فرائض میں داخل ہے، اللہ تعالیٰ اس کا حکم دیتے ہوئے فرماتے ہیں: ''بے شک اللہ انصاف کرنے اور رشتہ داروں کے حقوق ادا کرنے کا حکم دیتا ہے اور بے حیائی، برائی اور ظلم و زیادتی سے منع کرتا ہے'' (سورۂ نحل:۹۰)

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے جن باتوں کا حکم دیا ہے، ان میں سب سے پہلے عدل و انصاف کا ذکر کیا ہے، ایک تو اس سے اس کی اہمیت ظاہر ہوتی ہے دوسرے یہ حقیقت سامنے آتی ہے کہ عدل و انصاف کے تقاضوں کو پورا کرنا حسن عمل اور دوسروں کے ساتھ اچھے برتاؤ کا وسیلہ بنتا ہے، اس میں دوسروں کے حقوق کی ادائیگی ہے اور ان کے ساتھ ظلم و زیادتی سے حفاظت بھی ہے، انصاف کرنا درحقیقت بہت بڑی خوبی ہے، جو خوفِ الٰہی سے پیدا ہوتی ہے اور یہ بالآخر اللہ سے قربت کا ذریعہ بنتی ہے، ارشاد خداوندی ہے: ''انصاف کرو، یہ خداترسی یا تقویٰ سے زیادہ قربت رکھتا ہے'' (سورۂ مائدہ:۸)

اللہ کی نگاہ میں پسندیدہ ہونا یا مالک حقیقی کا محبوب بن جانا کتنا بڑا اعزاز و انعام اور کس قدر اہم مقام ہے جو قرآن کے مطابق دوسروں کے ساتھ منصفانہ برتاؤ سے نصیب ہوتا ہے اور یہ اس لئے کہ یہ عمل انسانوں کے باہمی تعلقات کو مضبوط کرتا ہے، ان کے ٹوٹے ہوئے رشتوں کو جوڑتا ہے اور مخالفت و نفرت کے جذبات کو دوستی و محبت میں تبدیل کر دیتا ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ''بے شک اللہ انصاف کرنے والوں کو پسند کرتا ہے'' (المائدہ:۴۲)

قرآن مجید صرف انفرادی زندگی یا پرائیوٹ لائف میں انصاف کے تقاضوں کو پورا کرنے کی تعلیم نہیں دیتا، بلکہ وہ اہل ایمان کو اس بات کی تاکید کرتا ہے کہ وہ سوشل لائف یا سماجی زندگی میں بھی اس کا مظاہرہ کریں، علانیہ حق و انصاف کی گواہی دینے والے بن جائیں اور لوگوں سے تعلقات و معاملات میں پوری طرح اس کے تقاجوں کو پورا کریں تاکہ ان کا کردار دوسروں کے لئے نمونہ بن جائے، اللہ تعالیٰ واضح انداز میں مومنین کو یہ حکم دیتا ہے:

''اے ایمان والو! انصاف کے علم بردار اور خداوند واسطے گواہ بنو گرچہ تمہارے انصاف و تمہاری گواہی کی زد خود تمہاری اپنی ذات پر یا تمہارے والدین اور رشتہ داروں ہی پر کیوں نہ پڑتی ہو (فریق معاملہ) خواہ مالدار ہو یا غریب، اللہ تم سے زیادہ ان کا خیرخواہ ہے، پس خواہش نفس کی پیروی نہ کرو کہ عدل سے باز رہو، اگر تم نے لگی لپٹی بات کہی یا سچائی سے پہلو بچایا تو جان لو کہ جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اس سے باخبر ہے'' (النساء:۱۳۵)

واقعہ یہ کہ انسان اس وقت بڑی آزمائش میں مبتلا ہوتا ہے اور نفس کے بہکاوے کا بری طرح شکار ہوتا ہے، جب انصاف کے تقاضوں کو پورا کرنے میں اپنا نقصان نظر آئے یا اپنے گھر والوں اور رشتہ داروں کا، یا آج کل کے ماحول میں انصاف کرنا اپنی قوم یا کمیونٹی کے مفاد یا انٹرسٹ کے خلاف دکھائی دے، اس صورتحال میں بڑی آسانی سے انصاف کے اصولوں کو توڑ دیا جاتا ہے، ذاتی یا اپنے قریبی لوگوں کے فائدہ کے لئے یا مال و دولت کی لالچ میں، اسی طرح بعض اوقات کسی دولت مند یا صاحب حیثیت کی رعایت میں قانون و انصاف کو پیروں تلے روندا جاتا ہے اور بعض دفعہ کسی غریب و بے کس کی بے کسی و لاچاری کی دہائی دے کر آئین انصاف کی خلاف ورزی کی جاتی ہے اور پھر اس انصاف کشی کے نتیجہ میں آپس میں جو اختلاف پیدا ہوتا ہے، نفرت و دشمنی کا ماحول گرم ہوتا ہے، لوگوں کے باہمی تعلقات میں دراڑیں پڑتی ہیں اور امن و سکون تباہ و برباد ہوجاتا ہے وہ کوئی ڈھکی چھپی بات نہین اسی لئے قرآن بے لاگ انصاف کی تعلیم دیتا ہے اور اس بات کی خاص تاکید کرتا ہے کہ ذاتی، گھریلو گروہی مفاد کی پرواہ کئے بغیر اور مالی یا کسی قوم کے فائدہ خیال کئے بغیر سب کے ساتھ منصفانہ برتاؤ کیا جائے اور اس باب میں امیر و غریب، طاقتور و کمزور، اپنے و غیر کسی کی رعایت نہ کی جائے، عدل و انصاف کا تصور اس سے بلند اور کیا ہو سکتا ہے کہ مخالفوں و دشمنوں کے ساتھ بھی اس کا پورا پورا حق ادا کیا جائے یا انصاف کے تقاضوں کو پورا کرنے میں کسی دشمنی یا مخالفت کو بیچ میں حائل نہ ہونے دیا جائے، سچ یہ کہ قرآن عدل کے اسی بلند تصور کا علم بردار ہے اور لوگوں کو اس کو قبول کرنے کی دعوت دیتا ہے، جیسا کہ یہ آیت اس کی گواہی دے رہی ہے: ''کسی گروہ کی دشمنی تم کو مشتعل نہ کردے کہ تم بے انصافی کرو، انصاف کرو یہ خداترسی سے زیادہ مناسبت رکھتا ہے'' (المائدہ ۸)

اس سے کون انکار کرسکتا ہے کہ قرآن کے اس مثالی تصور عدل کو عملی جامہ پہنانے سے مخالفت و نفرت محبت و ہمدردی میں بدل جائے گی اور دشمنی دوستی میں تبدیل ہوجائے گی اور کشیدہ تعلقات بہتر ہوجائیں گے، حقیقت یہ ہے کہ موجودہ ماحول میں قرآن کی یہ تعلیم جملہ انسانیت کے لئے بڑی اہمیت و معنویت رکھتی ہے۔

سماج میں صحیح معنوں میں انصاف کا بول بالا اسی وقت ہوسکتا ہے اور سماجی زندگی کی خوشگواری میں اس کا رول یا کردار اسی صورت میں زیادہ مؤثر ہوسکتا ہے جب اہل حکومت بھی اس کے لئے سنجیدہ ہوجائیں اور بلا کسی تفریق کے تمام شہریوں کے ساتھ انصاف کا برتاؤ کریں، جب کوئی کسی کی ظلم و زیادتی کے خلاف ان سے داد و انصاف طلب کرے تو بلا تاخیر اسے انصاف دلائیں، خواہ فریق مخالف یا ظلم و زیادتی کرنے والا کتنے ہی اثر و رسوخ اور مال و دولت والا کیوں نہ ہو، اسی طرح جب ان کے سامنے کوئی مقدمہ یا معاملہ فیصلہ کے لئے پیش ہو تو بلا کسی رو رعایت کے انصاف کے ساتھ فیصلہ کریں، قرآن دوٹوک انداز میں اہل حکومت سے ان الفاظ میں مخاطب ہوتا ہے: ''اور جب لوگوں کے درمیان فیصلہ کرو تو عدل کے ساتھ کرو'' (النساء:۵۸)

اس آیت میں بالکل عام انداز میں یہ حکم دیا گیا کہ جب تم لوگوں کے درمیان فیصلہ کرو، یعنی اس سے کوئی غرض نہیں کہ وہ مسلم ہیں یا غیر مسلم، امیر ہیں یا غریب، کمزور طبقے کے لوگ ہیں یا طاقتور گروپ کے، اپنے حمایتی ہیں یا مخالف فریق کے لوگ، اجنبی ہیں یا تعلقات والے لوگ، اس سے یہ صاف واضح ہوتا ہے کہ قرآن کی نظر میں انصاف کے معاملہ میں تمام انسان برابر ہیں، اس سلسلہ میں کسی بھی بنیاد پر ان میں تفریق جائز نہیں ہے اور انصاف کے اسی اعلیٰ معیار کا مظاہرہ حکمرانوں سے مطلوب ہے۔

قرآن کریم کی نظر میں اجتماعی شیرازہ بندی اور معاشرتی زندگی کے استحکام کے لئے عدل و انصاف اسقدر ضروری ہے کہ اس کے قیام کو حکمرانوں کی بنیادی ذمہ داریوں میں شامل کیا گیا ہے، بلکہ اس سے آگے بڑھ کر یہ نقطہ نظر پیش کیا ہے کہ اسلامی ریاست وجود میں ہی اس لئے آتی ہے کہ انصاف کا بول بالا ہو، ظلم و زیادتی کا خاتمہ ہو اور سب کے حقوق کی ادائیگی کا اہتمام ہو، یہ بات خاص طور سے ان آیات سے واضح ہوتی ہے جن میں انبیاء کی بعثت اور کتب الٰہی کے نزول کا مقصد یہ بتایا گیا کہ معاشرہ میں عدل قائم ہو اور انصاف کے تقاضے پورے کئے جائیں تاکہ لوگ امن و سکون کے ساتھ زندگی بسر کریں اور اپنے خالق و مالک کی مرضی کے مطابق زندگی گذاریں، نبی آخرالزماں محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے خطاب کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

''(اے رسول!) ان سے کہئے کہ میرے رب نے راستی و انصاف کا حکم دیا ہے'' (الأعراف:۲۹)

اور دوسری جگہ قرآن کے الفاظ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ اعلان بھی مذکور ہے: ''اور مجھے حکم دیا گیا کہ تمہارے درمیان انصاف کروں'' (الشوریٰ:۱۵)

ان آیات سے انصاف کے باب میں رسول اللہ کے لئے اللہ تعالیٰ کی ہدایات بالکل واضح ہیں، اور ان سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ مقدمات و معاملات میں انصاف کے تقاضوں کو پورا کرنا اور عدل کی بنیاد پر معاشرتی نظام قائم کرنا رسول کے فرائض میں سے تھا، اس کی مزید وضاحت اس آیت سے ملتی ہے: ''ہم نے اپنے رسولوں کو صاف صاف نشانیوں اور ہدایات کے ساتھ بھیجا اور ان کے ساتھ کتاب اور میزان نازل کی تاکہ لوگ انصاف پر قائم رہیں'' (الحدید:۲۵)

اسلامی ریاست بنیادی طور پر ایک فلاحی ریاست ہے، وہ ہر حال میں معاشرہ میں امن و امان اور عوامی فلاح و بہبود چاہتی ہے جو ظاہر ہے کہ عدل و انصاف کے قیام کے بغیر ممکن نہیں، لوگ انصاف پر عمل پیرا ہوں اور منصف مزاج بن جائیں، اس کے لئے ایک جانب دعوت و تبلیغ اور نصیحت و فہمائش ضروری ہے تو دوسری جانب نظام عدالت کے قیام، مظلوموں کی دادرسی، مقدمات کے فیصلے، فیصلوں کے نفاذ اور زیادتی و ناانصافی کے روک تھام کے لئے اہل حکومت کی توجہ نگرانی، حکومت کا عملہ اور قوت نافذہ کا استعمال بھی درکار ہے، دوسرے لفظوں میں معاشرہ میں انصاف کا قیام اور اس کے تقاضوں کی تکمیل حکومت کی نگرانی و مدد کے بغیر ممکن نہیں، یہی وجہ ہے کہ قرآن کریم میں عدل کی نسبت سے انبیاء کرام اور اہل حکومت کو بھی خاص تاکید کی گئی ہے اور انصاف کے قیام کو سربراہ مملکت کی ذمہ داریوں میں شامل کیا گیا ہے۔

قرآن کے تصور عدل کا یہ بھی ایک اہم پہلو ہے کہ عمومی طور پر تمام معاملات میں منصفانہ رویہ اختیار کرنے کی تعلیم کے ساتھ بعض امور میں انصاف برتنے پر خاص زور دیا گیا ہے ان کا تعلق یا تو ایسے معاملات سے ہے جو انصاف دلانے یا نظام عدل کے اجراء میں مؤثر کردار رکھتے ہیں یا سماجی، معاشی و اجتماعی زندگی میں خاص اہمیت کے حامل ہیں، ان میں شہادت یا گواہی دینی بھی شامل ہے جس سے نہ صرف بہت سے سماجی و مالی حقوق کا تحفظ وابستہ ہوتا ہے بلکہ دادرسی، انصاف طلبی اور حقوق کی بازیابی سے متعلق مختلف معاملات کا تصفیہ اسی پر مبنی ہے اس لئے کہ عدالت کے توسط یا دوسرے ذرائع سے انصاف کے تقاضوں کی تکمیل بڑی حد تک گواہوں کے رویہ یا ان کی شہادت کی نوعیت پر منحصر ہوتی ہے، اسی لئے قرآن کریم میں گواہوں کی صفت عدالت کو بڑی اہمیت دی گئی ہے، بلکہ شہادت کے معتبر یا قابل قبول ہونے کے لئے اسے ضروری شرط قرار دیا گیا ہے، دوسری جانب گواہوں کو یہ ہدایت دی گئی ہے کہ وہ بلا خوف و خطر حق کی گواہی دیں اور اس بات میں کسی خوف یا لالچ کو آڑے نہ آنے دیں اور صرف اللہ کی مرضی کو سامنے رکھیں اس لئے کہ یہ بڑا نازک و اہم معاملہ ہے اور ظلم و زیادتی کا ازالہ اور انصاف کا حصول اس سے وابستہ ہے، قرآن میں وصیت، طلاق یا رجوع عن الطلاق کے وقت جہاں دو لوگوں کو گواہ بنانے کی ہدایت ہے وہاں یہ وضاحت بھی ملتی ہے کہ گواہ عادل ہونے چاہئیں، اتفاق سے دونوں مقامات پر گواہی دینے والے کے لئے ''ذو عــــدل'' (صاحب عدل) صفت کے طور پر استعمال ہوا ہے، سورہ طلاق کی آیت ملاحظہ ہو:

''اور اپنے میں سے دو عادل شخص کو گواہ کرلو اور اللہ کے لئے ٹھیک ٹھیک گواہی دو'' (الطلاق:۲)

ان مباحث سے معلوم ہوا کہ قرآن مجید میں عدل و انصاف کو امن و امان کے قیام کیلئے بنیاد قرار دیا ہے۔

Scanned with CamScanner

طب وسائنس

کان کے مسائل

حکیم کوثر قادری

جدید طرز زندگی نے ناک، کان گلے کے امراض میں اضافہ کردیا۔ماہرین کا کہنا ہے کہ بے تحاشا شور شرابا، دھماکے، ہیڈ فونز اور ہینڈ فری کا بے جا استعمال، رکشہ، بسوں کے پریشر ہارن، اونچی آواز کی موسیقی، کام کی جگہ مشینوں اور لوگوں کا شوروغوغا، ریڈیو، ٹی وی کا شور۔کان اور سماعت کے مختلف امراض کے اسباب میں شامل ہیں۔کان کے درد کی کئی وجوہات ہیں جس میں الرجی، انفیکشن، زخم، کان میں رطوبت یا سیال مادے کا جمع ہو جانا، کان میں موجود ویکس کا سخت ہوجانا، ائیر ڈرم کو نقصان پہنچنا، کان میں کوئی چیز پھنس جانا،، اس کے علاوہ بچوں میں دانتوں کا نکلنا بھی کان کے درد کا باعث بن سکتا ہے۔ اگر بیکٹیریا، وائرس کان کے کسی حصے میں داخل ہوجائے تو اس سے بھی انفیکشن کا خطرہ بڑھ جاتا ہے جو کافی تکلیف کا باعث بنتا ہے۔

اسلامی اصولوں کے مطابق غذا چبا کر کھانا، آہستہ سے کھانا، پیٹ بھر کر نہ کھانا، پانی تین وقفوں سے پینا اور کھانے پینے میں اعتدال سے کام لینا یہ سب باتیں نہ صرف ناک، کان اور گلا بلکہ دیگر امراض سے بھی بچاتی ہیں۔کان کے اندر پانی چلے جانے، کان میں میل جمع ہوکر گیلا ہوجانے یا سوکھ جانے، کان میں پھوڑا پھنسی ہونے کے سبب کان میں شدید درد، یکا یک بہت تیز درد، ٹیس مارتا ہوا درد، نا قابل برداشت درد ہوتا ہے۔کان میں درد کسی بھی سبب سے ہو جلد سے جلد ڈاکٹر سے رجوع کرنا چاہیئے۔

ہمیں اپنے کان خود صاف کرنے کی بجائے ڈاکٹر سے مشورہ کر کے کسی دوا کے ذریعے کان صاف کروانے چاہیئے۔کیونکہ ہم سویب (روئی لپٹی سلائی) کے ذریعے صفائی کرتے ہے، یہ سلائی بہت چھوٹی ہوتی ہے اور کان کے سوراخ کے اندر تک چلی جاتی ہے، جب آپ اس سے کان کی صفائی کرنے کی کوشش کرتے ہیں، تو میل باہر کے بجائے کان میں مزید اندر تک گھس جاتا ہے، جہاں پھر وہ نالی میں پھنس کا جم جاتا ہے اور پھر اس کا نکلنا دشوار ہوجاتا ہے۔کان کی نالی کے اندر تک پہنچنے والے اس میل کی وجہ سے فنگس، بیکٹر یا یا کوئی وائرس پیدا ہوسکتا ہے، جو بعد ازاں کان میں درد یا کسی اور انفیکشن کا باعث بنتا ہے۔کان کو ہمیشہ بہت احتیاط سے صاف کرنا چاہئے؛ بلکہ خود صاف ہی نہیں کرنا چاہئے۔نہاتے وقت کان میں روئی تیل میں بھگو کر کان میں رکھ لیں تو کان میں پانی جانے سے بچایا جاسکتا ہے۔

کان کا درد ہو تو فوری طور پر معالج سے رابطہ کرنا چاہیے۔خود ڈاکٹر نہیں بننا چاہئے۔کان کے اندر پھنسیوں کی صورت میں کوئی سا تیل یا محلول دوا نہ ڈالیں۔بلکہ معالج سے دوا لیں۔اسی طرح کان میں کچھ پھنس جانے کی صورت میں خود سے نکالنے کی کوشش نہ کریں اور کان کبھی بھی نوکدار یا باریک چیز سے نہ کھجائیں۔ہمیشہ حلق کی بیماریوں اور نزلہ زکام سے اپنی حفاظت کریں۔کیونکہ ناک کان گلے کا سسٹم ایک ہی ہے۔ایک خراب ہوا تو دوسرا ساتھ ہی خراب ہوجائے گا۔

کان میں درد یا انفکشن کی صورت میں ناک کو زیادہ زور سے صاف کرنے کی کوشش نہ کریں۔کھٹی اور ترش اشیاء کے استعمال سے گریز کریں۔کیلا، تربوزہ، پپیتا اور کھیرے کا استعمال نہ کریں۔کیونکہ ان غذاؤں کے استعمال سے ریشہ ہونے کے مواقع بڑھ جاتے ہیں جو کانوں سے متعلق مسائل کو اور زیادہ بنا دیتے ہیں۔اس کے علاوہ ریفریجریٹر میں رکھے گئے کھانوں سے بھی اجتناب برتیں۔کانوں کے درد اور دیگر مسائل کے دوران پیاز، ادرک اور لہسن کا استعمال بہترین ثابت ہوتا ہے۔اگر کانوں میں درد ویکس کے سخت ہوجانے کی وجہ سے ہو رہا ہے تو گرم پانی سے غسل لے لیں۔بہت سی خواتین بچوں کو نہلاتے ہوئے اس بات کا دھیان نہیں رکھتی کہ بچوں کے کانوں میں پانی زیادہ نہ جائے۔کان میں پانی جانے کی صورت میں شدید تکلیف کا سامنا ہوسکتا ہے۔اس کے علاوہ بچے کو فلو اور نزلہ زکام ہونے کی صورت میں فوراً علاج کروائیں۔اپنے ہاتھوں اور بچوں کے کھلونوں کو اچھی طرح دھوئیں تاکہ کھیلتے وقت یا منہ میں ڈالتے وقت جراثیم بچے کے پیٹ میں نہ جاسکیں۔صفائی کا خاص خیال رکھیں۔

کم سنائی دینا: کان کی نسیں کمزور ہونے سے یا تو آواز بالکل سنائی ہی نہیں دیتی اور اگر سنائی دے بھی تو سمجھ نہیں آتی۔یہ شکایت عام طور پر 70 سال کی عمر اور اس سے زائد عمر کے لوگوں میں پائی جاتی ہے۔شور میں کام کرنے والے فیکٹری ورکرز اگر سوشل سیکورٹی قوانین پر عمل نہیں کرتے تو ان کے کان جلدی خراب ہوجاتے ہیں۔شوگر کے مریضوں میں '50 اور 55 سال کی عمر میں کانوں کے مسئلے پیدا ہوسکتے ہیں اور ایسے لوگوں میں کم سنائی دینے کی شکایت پائی جاتی ہے۔بڑھتی عمر کے ساتھ بھی کان کی سماعت متاثر ہوتی ہے۔اس کے علاوہ اور بھی وجوہات ہیں، جن سے کان کی سماعت متاثر ہوتی ہے مثلاً کان کے پردے کا پھٹا ہونا، کان کا بہنا، نزلہ سے ٹیوب بلاک ہوکر کان بند ہونا ہیں۔کان کی میل اچانک کان کے پردے پر آجانے سے، نہانے سے پانی کان میں جانے سے بھی کان بند ہوجاتا ہے۔یہ کان بند ہونے کی وہ وجوہات جو قابل علاج ہیں۔ان سے سماعت کم ہونے کا علاج کروانے سے کان ٹھیک ہوسکتے ہیں۔

وراثتی بیماریاں زیادہ تر کان کو متاثر کرتی ہیں۔بعض بچے پیدائشی بہرے ہوتے ہیں جس کی وجہ سے وہ گونگے بھی ہو جاتے ہیں کیونکہ تین سال کی عمر تک آواز کان میں جائے گی تو بچہ بولنا سیکھے گا۔دوسرا بچے کی پیدائش کے بعد کوئی پرابلم ہوگیا مثلاً ٹائیفائیڈ بخار' گردن توڑ بخار یا کوئی اور بیماری کے علاج میں کچھ خاص انجکشن وغیرہ لگوائے ہوں تو ان سے کانوں کی نسیں یا دماغی ریشے ڈیڈ ہوجاتے ہیں تو کم عمری میں ہی سماعت کا مسئلہ ہوتا ہے۔ان بچوں اور عمر کے آخری حصے میں سماعت کے کم ہونے کی شکایت کرنے والے مریضوں کے کان علاج سے بھی ٹھیک نہیں ہوسکتے۔اس کے لئے سماعت کا آلہ ہی استعمال کرنا پڑتا ہے۔ایسے مریضوں کا جدید طریقہ علاج بھی ہے جسے ImplantsCochlear کہتے ہیں۔مگر یہ طریقہ علاج بہت مہنگا ہے۔

چند لمحوں کے لیے کان کا بند ہونا: اکثر یہ شکایت کی جاتی ہے کہ چند لمحوں کے لیے کان بند ہو گیا۔اس ضمن میں Tinnitus کی مثال دی جاسکتی ہے جسے میڈیکل سائنس بیماری نہیں بلکہ ایک کیفیت مانتی ہے اور یہ کسی دوسرے مرض کی علامت ہوسکتی ہے۔اس میں مریض کو اپنے کان میں بھنبھناہٹ یا شور سنائی دیتا ہے جو کبھی تیز اور کم بھی ہوسکتا ہے۔یہ شکایت مختصر دورانیے کے لیے بھی ہوسکتی ہے اور بعض اوقات کئی دنوں تک وقفے وقفے سے مختلف آوازیں یا شور سنائی دے سکتا ہے۔عام طور پر ہم اسے کان بجنا کہتے ہیں۔

ہفتۂ رفتہ

راشد العزیری ندوی

بہار میں 7.64 کروڑ ووٹرس۔4 کروڑ مرد اور 3.6 کروڑ خواتین

چیف الیکشن کمشنر راجیو کمار نے اپنے بہار دورے کے دوران پٹنہ میں ایک پریس کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے بتایا ہے کہ بہار میں پہلی بار ووٹ دینے والوں کی تعداد 9.26 لاکھ ہے۔بہار میں کل 7.64 کروڑ ووٹرس ہیں، جن میں سے 4 کروڑ مرد اور 3.6 کروڑ خواتین ہیں۔21,689 ووٹرز کی عمر 100 سال سے زیادہ ہے اور 9.26 لاکھ پہلی بار ووٹ دینے والے ہیں۔کمیشن نے 16.7 لاکھ ووٹروں کے نام موت یا جگہ کی تبدیلی کی وجہ سے ہٹا دیے ہیں۔چیف الیکشن کمشنر راجیو کمار نے کہا کہ ''بہار میں پارلیمنٹ کی کل 40 سیٹیں ہیں۔ان میں سے 34 جنرل کے لیے اور چھ شیڈول کاسٹ کے لیے محفوظ ہیں۔'' انہوں نے مزید کہا کہ ''2019 کے مقابلے بہار میں خواتین ووٹروں کی تعداد میں اضافہ ہوا ہے۔

جامعہ ملیہ اسلامیہ نے 5-2024 کا داخلہ پروسپیکٹس جاری کیا

جامعہ ملیہ اسلامیہ کی جانب سے اے پلس پلس گریڈ یافتہ مرکزی یونیورسٹی نے تعلیمی سال دو ہزار چوبیس اور پچیس میں داخلے کے لیے پروسپیکٹس جاری کردیا ہے۔مختلف پوسٹ گریجویٹ، انڈر گریجویٹ، پی جی ڈپلوما، ڈپلوما اور سرٹیفکٹ کورسز میں داخلے سے متعلق معلومات پر مشتمل پروسپیکٹس کنٹرول امتحانات کی ویب سائٹ: www.jmicoe.in پر اپلوڈ کردیا گیا ہے۔خواہش مند امیدوار آن لائن اور آف لائن دونوں ہی طرح سے داخلے کے درخواست دے سکتے ہیں۔تعلیمی سال دو ہزار چوبیس اور پچیس کے پی ایچ ڈی پروگرام میں داخلے کے لیے نظام الاوقات کا الگ سے اعلان کیا جائے گا۔

اترپردیش میں کانگریس اور سماجوادی پارٹی کے درمیان سیٹوں کی تقسیم پر سمجھوتہ

اترپردیش میں کانگریس اور سماجوادی پارٹی کے درمیان لوک سبھا سیٹوں کی تقسیم پر اتفاق رائے ہوگیا ہے۔دونوں ہی پارٹیوں کی جانب سے ایک مشترکہ پریس کانفرنس میں بتایا گیا کہ اترپردیش کی 17 پارلیمانی سیٹوں پر کانگریس اپنے امیدوار کھڑے کرے گی جبکہ باقی 63 پارلیمانی سیٹوں پر انڈیا اتحاد میں شامل دیگر پارٹیوں کے امیدوار کھڑے ہوں گے۔اترپردیش کانگریس انچارج نے کہا کہ اترپردیش میں باہمی اتفاق قائم ہوگیا ہے۔واضح ہو کہ ریاست میں 80 لوک سبھا سیٹوں سے متعلق کسی فیصلہ پر پہنچنے کے لیے دونوں پارٹیوں کے صدور کی ہدایت کے مطابق ایک کمیٹی قائم کی گئی تھی۔اس کمیٹی نے یقینی بنایا ہے کہ بی جے پی کا مقابلہ پوری طاقت کے ساتھ کیا جاسکے۔

راجیہ سبھا کی 41 سیٹوں پر امیدوار بلا مقابلہ منتخب

راجیہ سبھا کی 56 سیٹوں کے لیے پرچہ نامزدگی واپس لینے کی آخری تاریخ گزرنے کے ساتھ ہی 41 سیٹوں پر تصویر واضح ہوگئی ہے۔الگ الگ ریاستوں کی 41 سیٹوں کے لیے 41 امیدوار ہی میدان میں تھے جس کی وجہ سے ان تمام کو بلا مقابلہ منتخب قرار دے دیا گیا ہے۔اب راجیہ سبھا کی 15 سیٹوں کے لیے 27 فروری کو ووٹنگ ہوگی۔20 فروری کو ہوئے بلا مقابلہ منتخب ہونے والے 41 امیدواروں میں کانگریس کی سابق صدر سونیا گاندھی، بی جے پی کے سربراہ جے پی نڈا، اشوک چوہان اور مرکزی وزیر اشونی ویشنو شامل ہیں۔اب تک حکمراں پارٹی بی جے پی اب تک راجیہ سبھا میں سب سے زیادہ 20 سیٹیں حاصل کرچکی ہے۔اس کے بعد کانگریس (6)، ترنمول کانگریس (4)، وائی ایس آر کانگریس (3)، آر جے ڈی (2)، بی جے ڈی (2) اور این سی پی، شیوسینا، بی آر ایس اور جے ڈی (یو) کو ایک ایک سیٹیں ملی ہیں۔بہار میں جے ڈی یو کے سنجے کمار جھا، بی جے پی کے دھرم شیلا گپتا اور بھیم سنگھ، آر جے ڈی کے منوج کمار جھا اور سنجے یادو اور کانگریس کے اکھلیش پرساد سنگھ کامیاب ہوئے ہیں۔

حلال سرٹیفکیشن کا معاملہ: مولانا محمود مدنی سے 6 گھنٹے تک ایس ٹی ایف کی پوچھ تاچھ

اترپردیش کی اسپیشل ٹاسک فورس (ایس ٹی ایف) نے حلال سرٹیفکیٹ دینے کے معاملے میں کارروائی کی، اس معاملے میں ایس ٹی ایف نے جمعیت علمائے ہند کے صدر اور حلال فاؤنڈیشن آف انڈیا کے صدر مولانا محمود اسعد مدنی سے ۶/گھنٹے تک پوچھ تاچھ کی ہے، اس پر انہوں نے وقت مانگا تاکہ وہ اپنا جواب داخل کرسکیں، 13/فروری کو لکھنؤ پولیس نے حلال کونسل آف انڈیا کے چار عہدیداروں کو مناسب نمونے یا جانچ کے بغیر کمپنیوں کو جعلی حلال سرٹیفکیٹ جاری کرنے پر گرفتار کیا تھا، جسٹس بی آر گاوائی اور جسٹس سندیپ مہتا کی سپریم کورٹ بنچ نے نوٹس جاری کیا ہے کہ حلال پر پابندی کے سلسلے میں گزشتہ ماہ کی 25/تاریخ کو درج کیے گئے فوجداری کیس میں محمود مدنی اور دیگر کے خلاف کوئی کارروائی نہیں کی جائے گی۔

Volume:64/74,Issue:09 R.N.I.N. Delhi Regd. No.BIHURD/4136/61 Printed & Published by Sohail Ahmad Nadwi, on behalf of Imarat Shariah Phulwari Sharif, Patna, Printed at Azimabad Printers, R.C.F./105, Ground Floor, B.H. Colony, Bhootnath Road, Kankarbagh, Patna-800026 and Published from Naqueeb Office Imarat Shariah, Phulwari Sharif, Patna-801505, Editior: (Mufti) Mohammad Sanaul Hoda (Quasmi)

Scanned with CamScanner

LEADING URDU JOURNAL OF IMARAT SHARIAH
BIHAR ODISHA & JHARKHAND
NAQUEEB WEEKLY
PHULWARI SHARIF, PATNA-801505
SSPOS PATNA Regd.No.PT 14-6-21-23
R.N.I.N.Delhi,Regd No-BIHURD/4136/61

یا تو انداز ہی دنیا کا بدل دے یا رب
یا وہ دل دے کہ یہ انداز گوارہ ہو جائے (گوپی ناتھ امن)

جمہوریت کا چوتھا ستون کمزور ہو گیا ہے؟

جمال رضوی

اب صحافت میں ایسے لوگ بہت کم رہ گئے ہیں جو اقتدار کے فیصلوں اور پالیسیوں کا منصفانہ تجزیہ کرتے ہوں۔ جب پوری صحافتی برادری تقریباً ایک سا رویہ اختیار کر لے تو اندازہ لگانا بہت مشکل ہوتا ہے کہ خبروں کی صورت میں جو اطلاعات عوام تک پہنچائی جاتی ہیں ان میں صداقت کا عنصر کس حد تک ہے؟

صحافت کو جمہوریت کا ستون کہا جاتا ہے۔ جمہوریت کے حوالے سے صحافت کی اس تعریف میں مضمر نکات کا جائزہ لیا جائے تو یہ بات یقینی طور سے کہی جا سکتی ہے اس ستون کا استحکام اور پائیداری ہی دیگر تین ستونوں کو مستحکم بناتی ہے۔ اگر صحافت اپنا کام شفافیت اور صداقت کے ساتھ انجام دے تو ہی نظام جمہوریت کا کاروبار بہتر طریقے سے چل سکتا ہے۔ صحافت کی جو تعریف بیان کی گئی ہے، اس میں صداقت اور شفافیت کو اہم حیثیت حاصل ہے۔ اگر صحافت کی اس تعریف کو مدنظر رکھتے ہوئے اس شعبے کے موجودہ حالات پر نظر ڈالیں تو یہ کہا جا سکتا ہے کہ اس شعبے کو بعض سطحی عناصر نے اس قدر پراگندہ کر دیا ہے کہ اس کی شفافیت اور صداقت معرض خطر میں پڑ گئی ہے۔ جمہوریت میں صحافت کو جو مقام حاصل ہے وہ نہ صرف یہ کہ نظام حیات کو بہتر بنانے میں معاون کردار ادا کرے بلکہ اس نظام کے تحت عوام کے مفاد کو یقینی بنانے کا عمل انجام دے لیکن فی الوقت اس اہم شعبے کی جو حالت ہے، اسے دیکھ کر یہ کہا جا سکتا ہے کہ اس نے نہ صرف صداقت اور شفافیت کو بالائے طاق رکھ دیا ہے بلکہ عوام کے مفاد سے بھی اس کا کوئی لینا دینا نہیں رہا۔

ملک کا سیاسی منظرنامہ تبدیل ہونے کے بعد جن امور میں تبدیلی کو بہت واضح طور پر محسوس کیا جا سکتا ہے، ان میں ایک یہ صحافت کا شعبہ بھی شامل ہے۔ ایسا نہیں کہ اس سے قبل صحافت میں ایسے عناصر بالکل نہیں تھے جو اقتدار کی جی حضوری کو ترجیح دیتے تھے لیکن اب سے قبل ان کی تعداد بہت تھوڑی سی تھی لہٰذا اگر وہ جا و بیجا ہر صورت میں اقتدار کی ہاں میں ہاں ملاتے بھی تھے تو ان کی آواز نقار خانہ میں طوطی کی آواز کی حیثیت رکھتی تھی لیکن اب معاملہ بالکل برعکس صورت اختیار کر گیا ہے۔ اب صحافت میں ایسے لوگ بہت کم رہ گئے ہیں جو اقتدار کے فیصلوں اور پالیسیوں کا منصفانہ تجزیہ کرتے ہوں اور ان فیصلوں اور پالیسیوں سے وابستہ عوام کے حقوق اور مفاد کی نشاندہی کرتے ہوں۔ جب پوری صحافتی برادری تقریباً ایک سا رویہ اختیار کر لے اور اس رویے کا مقصد محض اقتدار کی قصیدہ خوانی ہو تو ایسے میں یہ اندازہ لگانا بہت مشکل ہوتا ہے کہ خبروں کی صورت میں جو اطلاعات عوام تک پہنچائی جاتی ہیں ان میں صداقت کا عنصر کس حد تک ہے؟ اس کا سب سے بڑا نقصان یہ ہے کہ عوام کو جب بار بار ایک ہی طرز کی خبریں سننے اور دیکھنے کو ملتی ہیں تو وہ ان باتوں پر یقین کرنے کو مجبور ہو جاتا ہے جو در حقیقت، حقیقت سے کوسوں دور ہوتی ہیں۔ ماضی قریب میں اقتدار کے بعض فیصلوں کو پیش نظر رکھ کر اس حقیقت کو بخوبی سمجھا جا سکتا ہے کہ ملک کے بعض میڈیا اداروں نے کس طرح ان فیصلوں کو حق بہ جانب ثابت کرنے کیلئے مصنوعی دلائل پیش کئے تھے۔

اقتدار کی جی حضوری کرنے والے میڈیا اداروں نے نہ صرف پیشہ وارانہ اخلاقیات کو سبوتاژ کیا بلکہ ان کے اس اقدام سے عوام کے مسائل اور مفاد کی نوعیت بھی پیچیدہ ہوتی گئی۔ اگر گزشتہ کچھ مہینوں کے دوران اس شعبے میں ہونے والی سرگرمیوں پر نظر ڈالی جائے تو یہ حقیقت بہت واضح طور پر سامنے آتی ہے کہ عوام کے مسائل کو غیر اہم سمجھنے والے میڈیا اداروں نے ایسی خبروں کی غیر ضروری طور پر مسلسل تشہیر کی جن کا عوام کے مسائل سے کوئی واسطہ نہیں تھا۔ ان میڈیا اداروں نے ایسا رویہ اختیار کر کے بہ یک وقت دو کام انجام دیئے۔ ایک تو یہ کہ عوام کو درپیش مختلف قسم کے مسائل کو میڈیا کی سرخیوں میں آنے کا بہت کم موقع ملا اور دوسرے یہ کہ کورونا اور لاک ڈاؤن کے دوران حکومت کے ذریعہ اختیار کی گئی پالیسیوں کی ناکامی کو مخفی رکھنے کی کوشش کی گئی۔ میڈیا کا یہ رویہ یقیناً افسوس ناک ہے کیوں کہ اصولی طور پر یہ شعبہ عوام کے مفاد کے تحفظ کو ترجیح دیتا ہے اور اگر اس اصول کو پوری طرح نظر انداز کر دیا جائے تو یہ اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ پھر عوام کے حالات و مسائل کیا صورت اختیار کر لیں گے؟

میڈیا اور اقتدار کے درمیان یہ ساز باز یقینی طور پر جمہوری نظام کو کمزور بناتی ہے۔ عوام نے اس ساز باز کے سبب پیدا ہونے والے مسائل کا مشاہدہ گزشتہ کچھ برسوں میں بہتر طریقہ سے کر لیا ہے۔ جمہوریت، اقتدار اور صحافت کے مابین جو ربط ہے اس ربط کو پوری طرح نظر انداز کر کے اگر صرف اقتدار کی مرضی کو مقدم سمجھا جائے تو صحافت اپنے وقار کو بھی باقی نہیں رکھ سکتی۔ یہی سبب ہے کہ اقتدار کی جی حضوری سے اسے جو کچھ بھی فائدہ حاصل ہوا ہو لیکن عوام کے نزدیک اس کے اعتبار کو ٹھیس پہنچی ہے۔ اس وقت ٹیکنالوجی کی ترقی کے سبب میڈیا کو وہ سہولتیں میسر ہیں جو اب سے کچھ برسوں تک اسے حاصل نہیں تھیں۔ ان سہولتوں کا بہتر استعمال اس صورت میں ہو سکتا ہے کہ اقتدار اور عوام سے وابستہ خبروں کی ترسیل میں صداقت اور شفافیت کو بہر طور ملحوظ رکھا جائے۔ اگر میڈیا اپنی پیشہ ورانہ اخلاقیات کو مدنظر رکھتے ہوئے اس رویہ کو اختیار کر لے تو بہت سارے ایسے مسائل جن کا تعلق براہ راست عوام سے ہے، کسی حد تک قابو میں آ سکتے ہیں لیکن یہاں معاملہ بالکل برعکس صورت میں نظر آتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ عوام کو درپیش مسائل کی حقیقت جاننے کے باوجود بعض میڈیا ادارے اقتدار پرستی کے جذبہ سے مجبور ہو کر ان مسائل کو یا تو سرے سے خارج کرتے رہے ہیں یا پھر ان کو اس انداز میں پیش کرتے ہیں کہ ان کی سنگینی میں کمی واقع ہو جائے۔ اس سلسلے میں صرف اس ایک اہم مسئلے کو ہی بطور مثال پیش کیا جا سکتا ہے، جو ملک گیر سطح پر عوامی کی پریشانی کا باعث ہے اور وہ مسئلہ بے روزگاری کا ہے۔

کورونا کی وبا کے پھیلنے سے بہت پہلے ہی اس ملک میں بے روزگاری جس سطح پر پہنچ گئی تھی، اس نے گزشتہ تقریباً نصف صدی کا ریکارڈ توڑ دیا تھا۔ اس وبا کے پھیلنے کے بعد یہ مسئلہ جس طرح مزید سنگین صورت اختیار کر گیا کہ وہ پورے معاشرے کیلئے پریشانی کا سبب ہے۔ ایسے اہم مسئلے پر حکومت کی جانب سے کیا کچھ ہو رہا ہے، اس کا صحیح اندازہ عوام کو اب تک نہیں لگ سکا ہے اور اس کی ایک بڑی وجہ اقتدار پرست میڈیا اداروں کا وہ رویہ ہے جو ایسے اہم اور سنگین مسئلے کو لائق توجہ ہی نہیں سمجھتا۔ بعض میڈیا ادروں کی جانب سے اگر ایسے مسائل کی طرف توجہ دلائی جاتی ہے تو اقتدار کی جی حضوری کرنے والے میڈیا اداروں کی جانب سے ایسا ماحول بنایا جاتا ہے کہ ایسی کوشش کرنے والے میڈیا اداروں کی وطن سے محبت پر ہی سوال کھڑے ہونے لگتے ہیں۔ چونکہ عوام کا ایک طبقہ اقتدار پرست میڈیا اداروں کی ہاں میں ہاں ملانے کا عادی ہو چکا ہے لہٰذا ان صحافیوں کو بڑی دقتوں کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے جو عوام سے وابستہ ہر معاملے کو محققانہ نظر سے دیکھتے ہیں اور ایسے معاملات سے عوام کو باخبر کرنا اپنا اخلاقی فرض سمجھتے ہیں۔

اقتدار، میڈیا اور عوام کے رابطے کا تجزیہ اگر ذرا وسیع پس منظر میں کیا جائے تو یہ افسوس ناک حقیقت سامنے آتی ہے کہ اس وقت عالمی سطح پر تقریباً ایک سی صورتحال ہے۔ اس رابطے میں اقتدار کے مفاد کو ترجیح دینے کا انداز ان ملکوں میں بھی کسی قدر رواج پا چکا ہے جن ملکوں میں عوام کے مسائل اور مفاد کو اولین حیثیت حاصل رہی ہے۔ ایسے مکدر ماحول میں عوام اگر اپنے گرد و اطراف کے ماحول سے وابستہ حقائق کی نوعیت جاننے کا خواہاں ہو، تو اس کی یہ خواہش کس طرح پوری ہو سکتی ہے؟ یہاں یہ بھی پیش نظر رہے کہ اس خواہش کی تکمیل صداقت اور شفافیت کے ساتھ ہونی چاہئے نہ یہ کہ ٹی وی اور اخبارات کے ذریعہ جو تشہیر ہو رہی ہے اسے ہی سچ مان لیا جائے۔ اب تو حالات اس قدر خراب ہو گئے ہیں کہ اس شعبے سے وابستہ بعض افراد اپنی شہرت اور ناموری کیلئے ان ہتھکنڈوں کو بھی استعمال کرنے سے گریز نہیں کرتے جو گناہ اور جرم کے مترادف ہوتے ہیں۔ شہرت کے بھوکے ان لوگوں نے نہ صرف اس شعبے کے تقدس کو مجروح کیا ہے بلکہ ان کی جعل سازی کے سبب عوام کا ایک طبقہ بھی گمراہ ہوا ہے۔ یہ لوگ اسی طرح کی گمرہی پھیلا کر اپنا مفاد حاصل کرتے ہیں لیکن حصول مفاد کا یہ راستہ کس قدر عوام اور ملک کیلئے نقصان دہ ثابت ہو سکتا ہے اس پر غور کرنے کی انھیں مطلق پروا نہیں ہے۔ افسوس کی بات یہ ہے کہ جب ان کی ایسی کرتوتیں منظر عام پر آتی ہیں تو پھر یہ اس نام نہاد دیش بھکتی کا سہارا لیتے ہیں جس کا ملک کے مفاد اور مسائل سے کوئی تعلق نہیں ہوتا۔

اگر جمہوریت کی عمارت کو مستحکم اور پائیدار رکھنا ہے تو یہ ضروری کہ یہ عمارت جن ستون پر ٹکی ہے وہ بھی مستحکم اور پائیدار ہوں۔ ان ستونوں کی مضبوطی ہی جمہوری نظام میں عوام کے مفاد کو تحفظ عطا کر سکتی ہے اور اس تحفظ کو جمہوری نظام حیات میں بنیادی حیثیت حاصل ہے۔ صحافت سے وابستہ افراد کو شہرت اور ناموری کے پیچھے بھاگنے کے بجائے عوام اور ملک کے حقیقی مفاد کو بھی پیش نظر رکھنے کی ضرورت ہے۔ اگر صحافت اس پہلو کو پوری طرح نظر انداز کر دے تو پھر وہ وقت گزاری کا ایک ذریعہ تو بن سکتی ہے لیکن اس سے عوام کی بہبود کا کوئی تصور نہیں وابستہ کیا جا سکتا۔ ظاہر ہے کہ ایسی صحافت صرف عوام اور نظام حیات کا استحصال کرتی ہے اور اسے اس سے کوئی غرض نہیں ہوتی کہ وہ جن اطلاعات کی تشہیر کر رہی ہے اس کا سماج پر کیا اثر پڑے گا؟ صحافت کی یہ بے حسی سماج کو پژمردہ بنا سکتی ہے اور افسوس کی بات یہ ہے کہ ان دنوں یہی کچھ ہو رہا ہے۔

○ ☆ اس دائرہ میں سرخ نشان کا مطلب ہے کہ آپ کی خریداری کی مدت ختم ہوگئی ہے، فوراً آئندہ کے لیے سالانہ زرتعاون ارسال فرمائیں، اور منی آرڈر کوپن پر اپنا خریداری نمبر ضرور لکھیں، موبائل یا فون نمبر اور پتے کے ساتھ پن کوڈ بھی لکھیں، مندرجہ ذیل اکاؤنٹ نمبر پر آپ سالانہ یا ششماہی زرتعاون اور بقایہ جات بھیج سکتے ہیں، رقم بھیج کر درج ذیل موبائل نمبر پر خبر کر دیں۔ **رابطہ اور واٹس ایپ نمبر 9576507798**
A/C Name: THE NAQUEEB, A/C No: 10331726168, Bank: SBI, Branch J.C. Road, Patna, IFSC Code: SBIN0001233
نقیب کے شائقین نقیب کے آفیشیل ویب سائٹ **www.imaratshariah.com** پر بھی لاگ ان کر کے نقیب سے استفادہ کر سکتے ہیں۔ (**محمد اسعد اللہ قاسمی منیجر نقیب**)
WEEK ENDING- 26/02/2024, Fax : 0612-2555280, Phone:2555351,2555014,2555668, *E-mail: naqueeb.imarat@gmail.com, Web. www.imaratshariah.com,*
نقیب قیمت فی شمارہ -/8 روپے ششماہی -/250 روپے سالانہ -/400 روپے
Print & Design by : Azimabad Printers, Patna-06 # 8434419421-9304022690